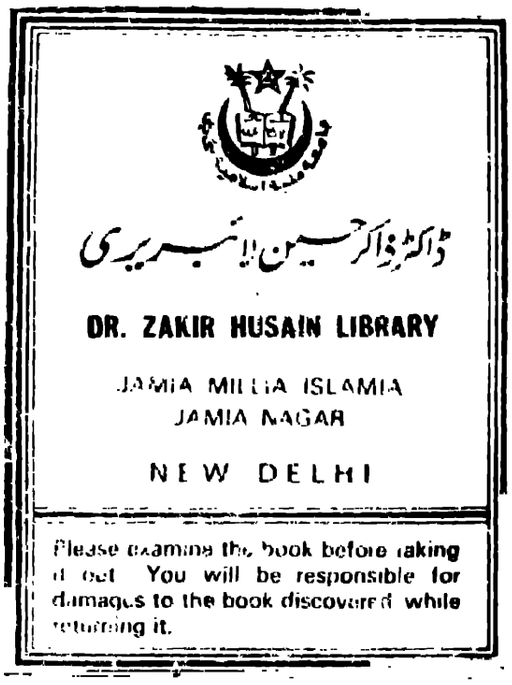
ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

DUE DATE

Cl. No. _____ Acc. No. _____

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day.

ETTEHAD E AFGHAN

(LUDHIANA)

1941

جمعیت افاغنہ ہند
کا
واحد ترجمان

میں تم کو بتاتا ہوں، تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر
(علامہ اقبالؒ)

اتحاد افغان

دور جدید

نومبر ۱۹۴۱ء

"گذر اوقات کر لیتا ہے، یہ کوہ و بیاباں میں
کہ "شاہیں" کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی
(علامہ اقبالؒ)

فہرست مضامین

مرکزی مجلس تنظیم اتحاد افغانہ ہند	(ادارہ)
صدر مجلس استقبالیہ کا خطبۂ صدارت	(ادارہ)
نواب زادہ حسین علی خان صاحب کی تقریر	(ادارہ)
تعمیری افغان فنڈ	(ادارہ)
پشتو حدود ہندی کی حکایات و سکنات اور اعراب	(سید انوار الحق صاحب۔ شیدو، ضلع پشاور)
معجزات و کرامات اولیائے کرام	(سردار علی احمد خان صاحب، گورنمنٹ سیکریٹریٹ، یوپی)
پشتونوں کی سلطنت کا عروج و زوال	(سید انوار الحق صاحب۔ شیدو۔ ضلع پشاور)
ہندوستان اور افغانستان کی تجارت	(سردار محمد یعقوب خان صاحب)
صوبہ بلوچستان میں اسلام کیسے پھیلا؟	(سردار علی احمد خان صاحب، گورنمنٹ سیکریٹریٹ، یوپی)
وجہ تسمیہ بعض قبائل افغانہ	(حضرت میر افضل خان صاحب عبدون نظامی، نوانشہر ہزارہ)
مجلس مشاورت کی روئداد پر ایک نظر	(خاموش)
مجلس مشاورت	(ادارہ)

قواعد

(۱)۔ اتحاد افغان ہر انگریزی مہینے کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے، نہ پہنچنے کی صورت میں اطلاع آنے پر دوبارہ بھیجا جائیگا۔

(۲)۔ مضمون نگار حضرات ہر ماہ کی یکم تاریخ تک اپنے اپنے مضامین بھیجدیا کریں، تاکہ بروقت شائع ہو سکیں۔

(۳)۔ جن حضرات کی خدمت میں اتحاد افغان بطور نمونہ پہنچ رہا ہے، وہ اپنے ارادہ خریداری سے مطلع فرمادیں، ورنہ آئندہ پرچہ بذریعہ وی پی روانہ کیا جائے گا۔

(۴)۔ تبدیل زر بنام منیجر اتحاد افغان ہونی چاہیئے۔

چندہ سالانہ
شش ماہی
سہ ماہی
والیان ریاست سے علیحدہ گرانقدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتحادِ افغان

ماہوار

دورِ جدید

۴ روپے
۲ روپے ۸ر
۱ روپے

دائمی ادارہ
(آغا) شیر احمد خان (خاموش)
بی، اے۔ بی ٹی۔ ایل ایل بی

(آغا) غضنفر علی خان (حسرت)
بی، اے، ایل ایل بی

جلد ۴ | مقام اشاعت لودیانہ، ماہ نومبر سنہ ۴۱ء | شمارہ ۸

مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ ہند

مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک عارضی مجلس تنظیم افاغنہ مرتب کی گئی ہے۔ یہ مجلس اس ریزولیوشن کے تحت میں مرتب ہوئی جس میں جمعیت افاغنہ ہند کے متعلق ضروری اغراض و مقاصد اور آئین و قوانین اور اس جمعیت کی اشاعت پر غور و فکر کرنے کیلئے ایک عارضی مرکزی مجلس کے قیام کی تجویز تھی، یہ ریزولیوشن مجلس مشاورت کے اجلاس منعقدہ موخرہ ۳ نومبر میں پیش ہوا تھا، اس ریزولیوشن پر خوب بحث اور غور و فکر ہوا، اور کوشش یہ کی گئی، کہ کوئی علاقہ یا صوبہ نمائندگی کے بغیر اس مجوزہ مجلس میں نہ رہ جائے، اس مجلس کو یہ بھی اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ خالی نشستوں کو پورا کرے ——— (مدیر)

(۱)۔ مولانا عبدالحق خان صاحب، عباسی، بانی و مہتمم مدرسۃ البنات جالندھر۔ صدر
(۲)۔ نواب زادہ حسین علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نائب صدر
(۳)۔ شہزادہ سلطان فخور صاحب، سدوزئی، لودیانہ نائب صدر
(۴)۔ خانصاحب کپتان سردار محمد اکرم خان صاحب سردار بہادر، او، بی، آئی، لودیانہ
(۵)۔ آغا محمد شفیع خان صاحب
(۶)۔ سردار محمد یعقوب خان صاحب، بی، اے، پلیڈر لودیانہ۔ ناظم
(۷)۔ آغا شیر احمد خان صاحب، بی، اے، بی ٹی، پلیڈر لودیانہ۔ نائب ناظم
(۸)۔ آغا ظہیم حسین خان صاحب، پلیڈر لودیانہ
(۹)۔ آغا غضنفر علی خان صاحب، بی، اے۔ پلیڈر لودیانہ
(۱۰)۔ صوبیدار محمد افضل خانصاحب مائیکوٹ ضلع لودیانہ
(۱۱)۔ خان عبدالقیوم خان صاحب خاکی، لودیانہ۔
(۱۲)۔ سردار نظام الدین خان صاحب، لودیانہ
(۱۳)۔ خان رشید احمد خان صاحب، رئیس مالیر کوٹلہ
(۱۴)۔ خان بہادر عبدالمجید خان صاحب، بستی باخیل جالندھر
(۱۵)۔ سردار محمد حسین خان صاحب سابق وزیر تدریسات، کابل بستی نو، جالندھر
(۱۶)۔ خان عبداللطیف خان صاحب، رئیس دہوگڑی ضلع جالندھر
(۱۷)۔ خان گلزار احمد خان صاحب، وکیل فیروزپور
(۱۸)۔ خان صاحب سربلند خان صاحب، ای، اے، سی، پنشنر خانپور ضلع ہوشیارپور
(۱۹)۔ خان صاحب عبدالغنی خانصاحب، بی، اے، رسولپوری نزد وارسہ ضلع ہوشیارپور۔
(۲۰)۔ خان بہادر رشید محمد خان خان صاحب، رئیس جہانخیلاں۔ ضلع ہوشیارپور۔
(۲۱)۔ آغا شیر زمان خان صاحب، سوک گارڈ کمانڈر۔ ہوشیارپور
(۲۲)۔ خان محمد شہباز خان صاحب۔ رئیس ارمڑ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور
(۲۳)۔ خان بہادر نواب سعادت علیخان صاحب وزیر اعظم، لاہور
(۲۴)۔ خان صاحب خان محمد زمان خان صاحب، بی، اے، ایم، بی، ای، گجرات۔
(۲۵)۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر خان صاحب، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، پرنسپل گورنمنٹ زمیندارہ کالج، گجرات پنجاب۔
(۲۶)۔ خان محمد اورنگ زیب خان صاحب، ایڈووکیٹ ایم ایل اے، پشاور
(۲۷)۔ خان بہادر محمد زمان خانصاحب، ایم، بی، ای، رئیس اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
(۲۸)۔ علامہ میر افضل خان صاحب، جدون نظامی، نواں شہر، ہزارہ۔
(۲۹)۔ علامہ خان مشتاق احمد خان صاحب، لیہ، ضلع مظفر گڑھ۔
(۳۰)۔ خان بہادر سیف اللہ خان صاحب، رئیس جیسی خیل ضلع میانوالی۔
(۳۱)۔ خان محمد ظہور الدین خان صاحب بسی پٹھاناں، ریاست پٹیالہ۔
(۳۲)۔ نواب زادہ محمد احسان اللہ خانصاحب، میونسپل کمشنر، کنجپورہ کرنال۔
(۳۳)۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب، شیخ الجامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔
(۳۴)۔ حکیم زکی احمد خان صاحب، (حکیم حاذق) دہلی۔
(۳۵)۔ حکیم محمد امجد حسین خان صاحب، رام پوری، (نائب شہر)
(۳۶)۔ خان امتیاز محمد خان صاحب، ایڈووکیٹ، سہارنپور۔
(۳۷)۔ خان رحمت خان صاحب، آنریری مجسٹریٹ بلند شہر۔
(۳۸)۔ کپتان سعید محمد خان صاحب، (علیگ) خواجہ، بلند شہر۔
(۳۹)۔ نواب حبیب الرحمن خانصاحب صدر یار جنگ بہادر بھوپال پور علیگڑھ
(۴۰)۔ خان بہادر حبیب اللہ خان صاحب، علیگڑھ
(۴۱)۔ خان حامد علی خان صاحب، وکیل بجنور۔ (یو۔ پی)
(۴۲)۔ خان بہادر فضل الرحمن خان صاحب، ایم، ایل، اے، رئیس اعظم و چیرمین میونسپل کمیٹی، شاہجہانپور۔
(۴۳)۔ کپتان خان عالم خان صاحب، ایم، ایل، اے، قائم گنج فرخ آباد
(۴۴)۔ خان محمد شرف الدین خان صاحب، پٹنہ، بہار۔
(۴۵)۔ ڈاکٹر لطف الرحمن خانصاحب، چیف میڈیکل آفیسر ٹانگر جنید پور
(۴۶)۔ نواب فخر یار جنگ فخر الدین احمد خان صاحب بہادر، جعفرنس بیگم حیدر آباد۔ (دکن)۔
(۴۷)۔ نواب بہادر یار جنگ، حیدر آباد۔ (دکن)
(۴۸)
(۴۹)
(۵۰)

صدر مجلس استقبالیہ کا خطبۂ صدارت

(مجلس مشاورت منعقدہ ۲، ۳ نومبر ۱۹۳۱ء میں یہ خطبہ صدارت پڑھا گیا ——— (مدیر)

برادران ملت! مجلس استقبالیہ کے اراکین کی طرف سے معزز مہمانوں کی خدمت میں ہدیہ خوش آمدید پیش کرتا ہوں، اور ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ انہوں نے ہماری استدعا قبول کر کے اس دور و دراز سفر کو قبول کر کے اپنی شرکت سے ہماری اس مجلس کو زینت بخشی، ہمارے انتظامات میں کوتاہیاں ضرور ہوں گی۔ مہمانوں کے آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے میں ہم ضرور فروگذاشتیں ہوئی ہوں گی، مگر ہر کام کی ابتدا میں مشکلات اور کوتاہیاں ہوتی ہیں، مگر خلوص عمل اور خلوص دعوت کی روشنی میں مشکلات اور کوتاہیاں کی تمام تاریکیاں غائب ہو جاتی ہیں، امید ہے کہ ہمارے معزز مہمان ہمارے انتظامات کی فروگذاشتوں کو فراموش کرتے ہوئے خوش آمدید کا ہدیہ پرخلوص کو قبول فرمائیں گے۔

یہ مجلس مشاورت، جو ملت افاغنہ کی تنظیم کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، اپنے اندر ایک مختصر تاریخ لئے ہوئے ہے، قوم کی تنظیم و ترقی کا خیال سہ ردان قوم کے دل و دماغ کو ہمیشہ بے چین و مضطرب رکھتی ہے، اور خوش نصیب ہے، وہ قوم جس کو مخلص، سہ ردار اور خادمان ملت نصیب ہوں، ملت افاغنہ ہند، جو ہر اعتبار سے اقوام ہند میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے، آج تنظیم کی راہ سے دور رہی ہے، گذشتہ غفلت کے لئے میں مست اپنے مستقبل سے یہ قوم بے خبر رہی ہے، اور دوسری ہمسایہ اقوام کی زندگی کی دوڑ دھوپ میں آگے جاتے ہوئے دیکھ کر بھی یہ قوم ٹس سے مس نہ ہوئی، اس قوم کی غفلت اور باہمی خلفشار اور اندرونی انتشار نے نہ صرف، اس قوم کی تاریخی ہیبت اور دبدبہ کو نقصان پہنچایا، بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک مضبوط اور خیبر شکن بازو کو کمزور کر دیا، جب اور ساتھی قومیں اپنی اپنی بقا کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہی تھیں، یہ قوم جمود اور غفلت کی نیند میں غرق تھی، مگر ہر نیند کے بعد بیداری ہے، ہر جمود کے بعد حرکت ہے، بالآخر اس وسیع ملک میں جہاں لاکھوں پٹھان، افغان فاتحین، مدبرین، حکما، علما اور سلاطین کی اولاد آباد ہیں، کے ایک تاریخی شہر میں جہاں سدوزئی افغان آباد ہیں، کے ایک بزرگ سہ ردار قوم کے مضطرب دل سے اپنی قوم کی فلاح اور بہبود کے لئے تحریک حیات پیدا ہوئی ہے، اور آج وہ بزرگ زندوں کی فہرست میں نہیں ہے، مگر آج ہم اسی بزرگ اور خاموش سہ ردار ملت کے مکان پر جمع ہوئے ہیں، میری مراد شہزادہ عالی گوہر صاحب مرحوم سے ہے، جنہوں نے سب سے پہلے "اتحاد افغان" کے ذریعے ۱۹۳۰ء میں ملت افاغنہ کو دعوت اتحاد دی، اس رسالہ کے ذریعے مسلسل ایک سال تک ہم نے تمام بھائیوں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کو بلایا، ہماری اس آواز کی تائید بھی ہوئی، مخالفت بھی، مگر ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، مجلس مشاورت کا دن ابھی دور تھا، خدا اس بزرگ قوم کی روح کو جنت میں جگہ دے، جس نے اپنی قوم کے لئے مجلس اتحاد کی داغ بیل ڈالی۔

۱۹۲۵ء کے اوائل میں ہی "اتحاد افغان" قوم کی عدم توجہی کی نذر ہو گئی، مگر اس کی آواز بعض مقامات میں قوم کو قدرے بیدار ضرور کر گئی، بمبئی، کراچی، ہوشیارپور، کنجپورہ، سیالکوٹ میں انجمن ہائے افاغنہ قائم ہوئیں، اور ان کی روئداد ہمارے اخبار میں شائع ہوتی رہی، مسلسل پانچ سال کے سکوت کے بعد "اتحاد افغان" کے جسد مردہ میں ایک مسیحا نفس نے نئی روح پھونکی، "اتحاد افغان" کے دور اول میں، اخبار کے خریداروں میں ایک ایسے بزرگ بھی شامل ہوئے، جن کو ہم نے اس وقت نہ پہچانا، مگر جن کے دل میں اپنی قوم کے لئے ایک بے پناہ جذبۂ خدمت موجود تھا، انقلاب زمانہ کی رفتار بھی عجب مشیت ایزدی ساتھ لئے ہوئے تھی، "اتحاد افغان" کے دور اول کے وہ بزرگ ہمارے شہر میں چند سال سے مقیم ہیں، اور جب ہم اس چیز کو بھلا بیٹھے تھے، انہوں نے ہمیں آ کر جگایا، اور "اتحاد افغان" کے اس دور جدید کی افتتاح کی، خاموش، پرخلوص جذبۂ خدمت، ان کی پنہاں صفت ہے، ہمیں ان کی طرف سے اجازت نہیں، کہ ہم ان کا نام ظاہر کریں، مگر وہ آج ہماری اس مجلس میں موجود ہیں، ان کا اپنا خلوص عمل، ان کا حسن اخلاق، آج ان کی شخصیت سے آپ کو متعارف کر دیگا، وہ ہمیں معاف فرمائیں گے، کہ ہم نے ان کا تذکرہ اس خطبہ میں کیا، ان کے تذکرہ کے بغیر یہ خطبہ نامکمل تھا، یہ مجلس مشاورت، جو ملت افاغنہ ہند کی تعمیر مستقبل کی بنیاد اول ہے، اسی بزرگ قوم کے دل و دماغ کے افکار و ذوق کا نتیجہ ہے، خدا اسے دیر تک زندہ رکھے، جو قوم کو زندہ دیکھنے کا آرزومند ہے!!

ہم نے اس جلسۂ مشاورت کیلئے "اتحاد افغان" میں مسلسل کئی ماہ تک مضامین لکھے، اور قوم کے بزرگوں کو دعوت مشاورت دی، تائید میں بھی مراسلات موصول ہوئے، اور کہیں کہیں راہ کی مشکلات سے بھی ہمیں آگاہ کیا گیا، فرقہ وارانہ جذبات کی تشکیل اور ان کی تنظیم کی مذمت بھی ہوئی، مگر اکثریت کی تائید ہمیں میسر تھی، اس مقصد کے پیش نظر ہم نے ہندوستان کے مختلف اضلاع کے مقتدر اور صاحب الرائے بزرگوں سے استصواب رائے کیا، اور بالآخر ان کمزور کندھوں نے اس بوجھ کو قبول کیا اور آج ہم اس مجلس مشاورت کی افتتاح کر رہے ہیں۔

اس مجلس مشاورت کا پروگرام آپ کے سامنے ہے مختلف تجاویز آپ کے غور اور فکر کی منتظر ہیں، ان تجاویز میں آل انڈیا افغان کانفرنس کے قیام کی تجویز بھی ہے، مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کی "تشکیل کی تجویز بھی ہے"۔ "مرکزی افغان فنڈ" کی تحریک بھی ہے، اور اقتصادی فلاح و بہبود کے لئے ایک شرکت افاغنہ کی تحریک بھی ہے۔

ان سب تجاویز پر ہم نے اس مجلس میں غور کرنا ہے اس مجلس کے فیصلوں کی روشنی میں مستقبل کی تعمیر ہونی ہے، اگر آج ہم نے ٹھنڈے دل سے ان تمام امور پر غور و فکر کیا، اور اپنی قوم کے لئے ایک مستقبل شاہراہ عمل کی تلاش میں کامیاب ہو گئے، تو ہم یہ سمجھیں گے، کہ آپ کی اور ہماری کوششوں کو خدا نے قبول فرما لیا ہے، ہم اپنی قوم کی تنظیم اس لئے نہیں چاہتے، کہ ہم دوسری اسلامی قوموں سے کوئی خاص تفوق یا برتری حاصل کریں، بلکہ اس لئے کہ ہم دوسری اسلامی قوموں کے ایک مضبوط بازو اور

معاون ثابت ہوں، کوئی معاندانہ یا کوئی رقیبانہ حملہ ہماری اس تحریک میں کامیاب نہیں ہے، ہم اپنی محدود ہمتوں اور اپنی جملہ بے بضاعتیوں کے صحیح احساس کے ساتھ اس مجلس کو آپ کے مشوروں کے لئے آراستہ کیا ہے، کانفرنس کے ہنگامے آپ اس مجلس میں نہ پائیں گے، نمود و نمائش سے یہ مجلس یکسر خالی ہے، قوم کی تعمیر کی بنیاد میں ٹھوس عزم اور غیر متزلزل ارادوں کی اینٹیں جمع کی ہیں،

خداوند کریم کے فضل و کرم کے سایے کے تلے، آپ بزرگوں اور بھائیوں کے باہمی تعاون اور فکر سے اس مجلس کے نتائج امید افزا ہو سکتے ہیں، خدا تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرما کر ہمارے ارادوں اور مقاصد میں برکت دے!!

بار دگر آپ کو خوش آمدید کہتا ہوا، تعمیر مستقبل کی آپ کو دعوت دیتا ہوں۔

سلطان غفور

(صدر مجلس استقبالیہ)

جناب محترم نواب زادہ حسین علی خان صاحب کی وہ تقریر جو انہوں نے حقوق اور تعلیم نسواں کے موضوع پر مجلس مشاورت کے اجلاس میں فرمائی

(مدیر)

برادران ملت افاغنہ:۔

میں نے جو موضوع اپنے لئے انتخاب کیا ہے، یعنے "حقوق نسواں"۔ وہ کوئی نیا نہیں، البتہ اس کی قدر و قیمت اور اہمیت زمانہ کی نذر ہو چکی ہے، طبقہ نسوان کے حقوق کی پائمالی ہماری ملت کے دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے، جسے جلد سے جلد دھونا ہمارا اخلاقی، سیاسی، ملکی اور مذہبی فرض ہے۔ قرآن کریم نے اگر ہمیں ایک طرف یہ بتا کر کہ:۔

هن لباس لكم وانتم لباس لهن ط۔ کہ وہ (یعنی عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو)۔ یہ ظاہر کر دیا، کہ عورت اور مرد دونوں سوسائٹی کے نظام کو برقرار رکھنے کیلئے لازم و ملزوم چیزیں ہیں، تو دوسری طرف یہ بتا کر کہ:۔

الرجال قوامون على النساء۔ (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) یہ بھی ظاہر کر دیا، کہ عورت کی بہتری اور بہبودگی کا انحصار ہماری سعی اور کوشش پر ہے،

عورت کی پیشانی پر مرد ہی نہیں، بلکہ قوم و ملت کی تقدیر کا خط کھنچا ہوا ہے، عورت کی محبت و شفقت کے سائے میں آئندہ نسلوں کی تعمیر ہوتی ہے، عورت کی تخلیق نظام کائنات کی تخلیق ہے، فخر کائنات نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جیسی محترم ہستی بھی نہایت عزت و احترام سے عورت کا ذکر فرماتے تھے، آپ کا ارشاد کہ "جنت ماؤں کے قدموں میں ہے"۔ اس بات کا بین ثبوت ہے، کہ عورت خدا کی رحمت ہے، جو لوگ عورت کے درجے کو اتنی اہمیت نہیں دیتے، جتنی انہیں دینی چاہیئے، وہ قرآن مجید و فرقان حمید کی حکمت سے بے بہرہ ہیں علامہ اقبال مرحوم ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ ۔ کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنوں
مکالمات فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن ۔ اسکے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطوں

اسی طرح علامہ مرحوم نے اس قوم کے متعلق جو عورت کے حقوق کو فراموش کرتی ہے، ایک اور جگہ یہ فرمایا ہے:۔

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

میں یہ بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں، کہ ملت افاغنہ اول دن سے مذہبی و شرعی احکام کی علمبردار رہی ہے، تاریخ و روایات اس امر کی شاہد ہیں، کہ ملت افاغنہ نے کمزوروں اور ضعیفوں کی ہمیشہ حفاظت کی ہے، اور اس نصب العین کے حصول کے لئے اپنی جانیں اور مال غرضیکہ سب کچھ قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا، اب وقت ہے، کہ ہماری قوم بیدار ہو، اور ضعیف نازک کی حفاظت کرکے، اپنی بقا کا ثبوت دے، اور ابدی مسرت اور ابدی زندگی حاصل کرے، خوش نصیب ہے وہ قوم جو عورت کے درجہ کو بلند کرتی ہے، ہماری پستی اور ذلت کا بڑا سبب یہ ہے، کہ ہم اپنی لڑکیوں، بہنوں اور ماؤں کے حقوق کو پائمال کرتے ہیں، جو شرع نے تفویض کئے ہیں، شرع نے تقسیم ورثہ کا صاف صاف قانون ہمیں بتا دیا ہے، جس میں ضعیف نازک کا حصہ بھی مقرر کیا ہے، یہ کس قدر ناانصافی ہے، کہ لڑکیوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کیا جاتا ہے، شرع سے قطع نظر کرکے اگر عقل کی روشنی میں بھی دیکھا جائے، تو یہ امر ظاہر ہو جائے گا۔ کہ لڑکیوں کو ترکہ میں حصہ نہ دینا محض ناانصافی ہی نہیں، بلکہ بہت بڑا ظلم ہے، آج غیر اقوام بھی اس حق کی حمایت میں جس کو اسلام میں مذہبی حیثیت حاصل ہے، آواز بلند کر رہی ہیں، ہمارے لئے کیا یہ افسوس کا مقام نہیں، کہ دوسرے ہمارے مذہبی اصولوں کی خوبیوں سے متاثر ہو کر ان کو اختیار کرتے جا رہے ہیں، اور ہم ان کو ترک کر رہے ہیں، آخر بیچاری لڑکیوں نے کیا خطا کی ہے؟۔ جو ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے، کیا وہ اولاد کی فہرست میں داخل نہیں؟۔ کیا ان کا خاموش رہنا اور اپنے حق کیلئے لب تک نہ ہلانا اور ضعیف و کمزور ہونا بھی ایک جرم ہے، جس کے باعث ان کے ساتھ یہ تعدی روا رکھی جاتی ہے، چاہئے تو یہ تھا، کہ:۔

ابر باید کہ بہ صحرا بارد
زاں چہ حاصل کہ بہ دریا بارد

نہ کہ ہماری ساری کوشش یہ ہو، کہ جن کے حق کی ادائگی اخلاق، انسانیت اور ہمدردی کا تقاضہ ہے، ان کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اگر اس طرف ہماری توجہ دلائی بھی جائے، تو اس کے سننے سے گریز تو گریز الٹا اس کی مخالفت کریں، اور لڑکیوں کو ترکہ میں سے حصہ دینا اپنی حق تلفی خیال کریں۔

ایک اور چیز جس کے متعلق لڑکیوں کے حق میں غفلت برتی جاتی ہے، تعلیم ہے، کیا غضب ہے، کہ لڑکوں کی تعلیم کیلئے تو ہم اپنا تمام دین اور دولت لٹا دینے کے لئے تیار اور لڑکیوں کے بارے میں ایک پیسہ تک خرچ کرنے کے روادار نہیں، ہمیں یہ حقیقت ہرگز نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے، کہ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، انہیں بچوں سے فلاح و بہبودی کی توقع کر سکتے ہیں، جنہوں نے قابل ماؤں کی گود میں پرورش پائی ہو، دنیا کی مقتدر ہستیوں کی سوانح حیات سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے، کہ انہوں نے گھر کے مدرسہ میں جو تعلیم اپنی قابل ماؤں کے زیر تربیت حاصل کی تھی، اسی کے نقوش اور اثرات تھے، جنہوں نے ان کی آئندہ زندگی کو درخشاں بنایا، آج بھی اگر ہم اپنی قوم اور بچوں کی بہبودی کے طالب ہیں، تو ہمیں لڑکیوں کی تعلیم کا خاص

طور پر انتظام کرنا چاہیئے۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم کون و فساد میں مبعوث من اللہ ہو کر تشریف لانے کے وقت خود عرب اور دیگر ممالک میں عورت کی ہستی کسی شمار ہی میں نہ تھی، کسی کے اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اس کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا تھا، اور زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، باپ اپنے ہاتھ سے گڑھا کھودتا تھا، اور اپنی لخت جگر کو خود اس گڑھے میں بٹھا کر مٹی ڈال کر دبا دیتا تھا، اور ذرا دل نہیں پسیجتا تھا، اس سے بڑھکر شقاوت کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا، کہیں عورت کی ہستی اس کے خاوند کی ہستی میں فنا سمجھی جاتی تھی، اور خاوند کے دنیا سے وفات پانے پر بیوی کی سعادت اسی میں خیال کی جاتی تھی، کہ وہ بھی اپنی طبعی موت سے پیشتر اپنے خاوند کے مردہ جسم کے ساتھ ہی جل کر خاک سیاہ ہو جائے،

پیغمبر اسلام نے صنف نازک کو اس ذلت اور شرمناک زندگی سے نجات دلائی، انسانیت کا رتبہ دیا، اور عورت کی ایک مستقل ہستی تسلیم کی، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے کا مذہبی طریق پر انسداد کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ (یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ زندہ دفن کی ہوئی لڑکیوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ کا تصور دلا کر اس ظالمانہ فعل کی مذمت دلوں پر نقش کر کے خداوند تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈرایا ہے، اور اس فعل کے ارتکاب کو اپنے غضب کا موجب قرار دیا ہے، اسلام نے محض یہی نہیں کیا، بلکہ ہم پر ظاہر کیا کہ سوسائٹی میں عورت کی حیثیت کیا ہے، اور اس کے حقوق کیا ہیں، اور اسکے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے، جس طرح قرآن پاک میں عورتوں کو ورثہ میں حصہ دینے کے لئے ہمیں صحیح الفاظ میں آگاہ فرمایا ہے، اسی طرح حدیث شریف میں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ کے ذریعے حصول علم مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ضروری قرار دیا ہے، اسلام کے نزدیک مرد و عورت دونوں کا وجود اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہے، اور دین و دنیا کے بعض مشترک اور بعض مختلف فرائض دونوں کے لئے مقرر ہیں، ان کی بجا آوری کا انجام دہی کے لئے ضرورت ہے، کہ مستعل علم کی راہنمائی میں کام کریں، تاکہ کوتاہی سے محفوظ رہیں،

یہ ایک واضح حقیقت ہے، کہ اسلام نے حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق پر بہت زور دیا ہے، اور بہت اہمیت دی ہے، اور بتلایا ہے، کہ خدا اپنے حقوق تو اگر چاہے گا معاف فرما بھی دیگا، لیکن حقوق العباد کی معافی اس وقت تک نہ ہوگی، جب تک کہ وہ بندہ جس کا حق تلف کیا گیا ہے، خود معاف نہ کر دے، یہ کس قدر ناعاقبت اندیشی ہے، کہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے جو عارضی اور ناپائدار ہے، حقداروں کو حق سے محروم رکھا جائے، اور فرمان خداوندی اور ارشاد نبوی ؐ کو پس پشت ڈالدیا جائے، اور اس کی پرواہ تک نہ کی جائے، بلکہ اس سلسلہ میں قانون شریعت کے خلاف اس قانون کی پابندی پر زور دیا جائے، جس سے ذاتی مفاد کو ٹھیس نہ لگے۔

میں اپنی اس تحریر کو ختم کرتے ہوئے، آخر میں پھر ترکہ میں لڑکیوں کو حصہ دینے اور ان کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کرنے پر زور دیتا ہوں، اور توقع کرتا ہوں، کہ ملت افاغنہ اپنی پرانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ان کی حمایت میں کوشاں ہوگی۔ اور دور بہالیت کی طرف نہیں بلکہ اسلام کے اس ابتدائی دور کی طرف عود کریگی، جسکا ذکر علامہ اقبال مرحوم کے اس مصرع میں موجود ہے ؎

دو رکیچے کی طرف اے گردش ایام تو ہو

قومی افغان فنڈ

خان مشتاق احمد خان صاحب، افغان، لیہ مضطر گڑھ کی اپیل پر جو انہوں نے تعمیری افغان فنڈ کے لئے کی، مندرجہ ذیل بزرگان قوم نے اس فنڈ میں حصہ لیا، یہ اپیل اس ریزولیوشن کی تائید میں کی گئی تھی، جو انہوں نے ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء کی مجلس مشاورت کی نشست اوّل میں پیش کیا تھا ——— خاموش)

فہرست عطیات

		روپیہ	
(۱)۔ مولوی عبدالحق صاحب عباسی، جالندھر		۴	
(۲)۔ خان صاحب خان محمد زمان خان، ایم بی، ای گجرات		۱۰۰	(وعدہ)
(۳)۔ نواب زادہ حسین علی خان صاحب، مالیر کوٹلہ		۵۰	"
(۴)۔ شہزادہ سلطان فغفور صاحب، لودیانہ		۵۰	(وعدہ)
(۵)۔ خان صاحب سربلند خان صاحب، خانپور، ہوشیارپور		۳۰	(نقد)
(۶)۔ خان صاحب کپتان فرد آکرم خان صاحب سردار بہادر لودیانہ		۲۵	(وعدہ)
(۷)۔ خان بشیر حسین خان صاحب	لودیانہ	۲۵	"
(۸)۔ خان بہادر رشید احمد خان صاحب جہاں خیلاں	ہوشیارپور	۲۰	(نقد)
(۹)۔ خان ضیاء اللہ خان صاحب،	لودیانہ	۲۰	(وعدہ)
(۱۰)۔ خان صاحب عبدالغنی خان صاحب، رسولپور،	ہوشیارپور	۲۰	(نقد)
(۱۱)۔ خان نظیس الدین احمد خان صاحب	انبالہ	۱۵	(وعدہ)
(۱۲)۔ خان بشیر احمد خان صاحب	لودیانہ	۱۵	(وعدہ)
(۱۳)۔ خان عبدالمجید خان صاحب	امرتسر	۱۰	(نقد)
(۱۴)۔ خان عبدالغفور خان صاحب	مالیر کوٹلہ	۱۰	(وعدہ)
(۱۵)۔ خان رشید احمد خان صاحب	مالیر کوٹلہ	۱۰	(وعدہ)
(۱۶)۔ شہزادہ محمد ناصر صاحب	لودیانہ	۱۰	(وعدہ)
(۱۷)۔ آغا ضیغم حسین خان و مظفر علی خان صاحب،	لودیانہ	۱۰	(وعدہ)
(۱۸)۔ آغا شیر زمان خان صاحب	ہوشیارپور	۱۰	(نقد)
(۱۹)۔ شہزادہ بہار الدین صاحب،	لودیانہ	۵	(وعدہ)
(۲۰)۔ شہزادہ سلطان احمد صاحب	لودیانہ	۵	(وعدہ)
(۲۱)۔ شہزادہ محمد شفیع صاحب	لودیانہ	۱	(وعدہ)
(۲۲)۔ خان عبداللطیف خان صاحب برائے چندہ اخبار اتحاد افغان	جالندھر	۴	(وعدہ)

جمعیت افاغنہ ہند کا واحد ترجمان

"اتحاد افغان"

(ماہنامہ)

کی توسیع اشاعت کیلئے کوشش کرنا

ہر افغان بھائی کا فرض ہے

پشتو حروفِ تہجی کی حرکات سکنات اور اعراب

از جناب:- سید انوار الحق صاحب (پشاور)

افغانستان والوں کے متعلق تو مجھے کچھ زیادہ علم نہیں، مگر یہاں صوبہ کے متعلق تو جہاں تک میں دریافت کر سکا ہوں، کسی نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی، صوبہ سرحد میں پشتو ادب کے ایسے شائق و طلبگار ہیں ہی کہاں؟ جنہیں کبھی یہ خیال ہوا ہو، کہ لاؤ دیکھیں تو سہی کہ ہم جو زبان بولتے ہیں یہ کیسی زبان ہے اور کس حال میں ہے؟

تاریخ سے پتہ چلتا ہے، کہ صوبہ سرحد میں قدیم ترین کتاب جو سولھویں صدی کے وسط میں اخون درویزہ صاحب کو یوسف زئی قبائل کے ایک خاندان کے پاس سے دستیاب ہوئی ہے، "صراط" ہے، جس کے لئے تو انہوں نے کچھ نہیں لکھا، کہ وہ کس مضمون پر اور کس زبان میں کس نے لکھی تھی، تاہم اتنا ضرور لکھ گئے ہیں، کہ ان لوگوں کے پاس اُن کے زمانے سے صدیوں پہلے موجود تھی، جس کے لئے بہ تائید خوش حال خان مرحوم قیاس کیا جا سکتا ہے، کہ بارھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہوگی، گویا اس وقت سے لیکر آجتک افغانستان اور صوبہ سرحد دونوں میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد ملا کر بھی سو سے آگے نہیں بڑھتی، ان میں سے بھی نصف کے قریب غیر معروف اور غیر اہم ہیں، کم و بیش نصف لائق توجہ ہیں، ان کے مقابلہ میں روسیوں، جرمنوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں نے تیس سے اوپر کتابیں پشتو کی لکھیں ہیں۔

ان دونوں طبقوں کی کتابوں کا جب موازنہ کرکے دیکھا جاتا ہے، تو معلوم ہو جاتا ہے، کہ پشتو کے لئے مفید ترین کام خود پشتو زبان بولنے والے پشتونوں نہیں کیا، بلکہ مغربی اقوام کے پشتو سیکھنے والے افراد نے کیا، جن میں اور پشتونوں میں ہر ہر لحاظ سے بعد المشرقین ہے ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے مغربیوں کی ایک ایک کتاب ان کی سب کتابوں پر بھاری ہے، یعنی پشتونوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے اس ذخیرہ میں سے صرف چار پانچ کتابیں اور یورپین محققوں کی لکھی ہوئی تمام کی تمام قابل ذکر ہیں، جن سے ہمیں پشتو جامع اللغات کی تدوین و ترتیب میں مدد مل سکتی ہے، چنانچہ حسن اتفاق سے وہ کتابیں ان میں سے مفید مطلب ابتک میری نظر سے بھی گذر چکی ہیں، جہانتک الفاظ کے ذخیرے اور تحقیق لغت (فیلالوجی، اٹی مالوجی) اور کسی حد تک فونالوجی) کا تعلق ہے، یقیناً پوربی محققوں کی کاوش و عرق ریزی، تلاش و تجسس، اور محنت و کوشش قابل تحسین اور لائق ستایش ہے، کہ انہوں نے جو کچھ کیا، اپنی بضاعت اور مقدور بھر بہت اچھا کیا، لیکن اس قدرتی مجبوری کا کیا کیا جائے کہ غیر اہل زبان کسی زبان سے ہزار واقف و خبردار ہو، پھر بھی ایک اہل زبان کے مقابلہ میں لاعلم و ناواقف ہی مانا جائے گا، ہزاروں باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو ایک زبان دان کی نظروں سے بھی چھپی رہ جاتی ہیں جبکہ ایک اہل زبان کلی طور پر حاوی ہوتا ہے، مثلاً اردو میں بلبلانے اور بلبلانے اور ایسے ہی بکھلانے اور کلبلانے میں فرق یا کھینچ، ہر ہر پسینہ ہا پسینہ، کھڑینہ یا کھڑانہ، تڑپنہ یا تڑپانہ اور چھپانہ کے معنی اور محل استعمال سے وہی بخوبی واقف ہوگا، جس کی مادری زبان اردو ہو، ایسے ہی جب ہم یورپین مؤلفوں کی کتابوں کو کھول کر بہ نظر امعان دیکھتے ہیں، اور بالاستیعاب اُن کا مطالعہ کرتے ہیں، تو انہیں اپنی بیگانیت اور جامعیت کے باوجود ابتدائی درجے میں پاتے ہیں، جو جو باتیں سطح میں غور طلب تھیں، آج بھی ویسی ہی تشنۂ اتمام و تکمیل چلی آرہی ہے جیسے کے گذشتہ مضمون میں ہم نے پشتو حروف تہجی میں دو حروف کی کمی اور ان کی ضرورت جتلائی ہے، ویسے ہی پشتو رسم خط میں حروف کی حرکات کے متعلق آج دو ایک باتیں جتلانا چاہتا ہوں، کہ کیسے پشتو رسم خط ان لوازمات کے اہم حصے سے ہی دامن جلکہ بے بہرہ ہے،

مجھے شروع سے زیر تالیف پشتو جامع اللغات کی تدوین میں سب سے زیادہ تکلیف دہ مشکل اور رکاوٹ یہی پڑ رہی ہے، کہ پشتو میں پشتو کی ضروریات کے لحاظ سے حرکات زبر اور زیر اور پیش وغیرہ کی مکمل اور پوری علامتوں کا فقدان ہے، کیونکہ ایک اہل زبان کی بنائی ہوئی ڈکشنری ایک ایسی کتاب ہوتی ہے، جس میں حروف اور الفاظ کے متعلق نہایت مستند، محقق اور مسلّمہ معلومات درج ہوتی ہیں، جس میں لفظ کی تحقیق ہوتی ہے، کہ کہاں سے آیا؟ کیسے بنا؟ کن کن حروف سے مرکب ہے؟۔ اور سب سے ضروری بات یہ کہ کیا تلفظ رکھتا ہے، بولتے وقت لفظ کے کس حصہ پر زور دیا جائے، اس کے کون سے حصہ کو کھینچ کر، کسی ایک کو مختصر آواز سے یا جلد خارج کرے وغیرہ، غرض لغات کی کتاب زبان دانی کے لئے سنگ بنیاد ہونے کے علاوہ ایک لفظ کے متعلق تمام اختلافات و اعتراضات کے رفع کرنے، تنازعوں کو مٹانے اور مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے معیار یا کسوٹی بھی ہوتی ہے، ایک اہل زبان اپنی مادری زبان بولنے کو تو نہایت اچھے طریقے سے بلا تکلف اور صحیح بول لیگا، لیکن یہ ضروری نہیں، کہ وہ لکھنے میں بھی اُسی صحت اور درستی سے کام لے سکے، مثلاً ث۔ س اور ص، ت اور طاء ذ، ز اور ض، ظ ہم آواز ہیں، یا حروف پر زیر و زبر اور پیش کا قضیہ ہے، پس الفاظ کی ساخت میں ان حروف کے جدا جدا استعمال، مخارج اور صحیح حرکات یا تذکیر و تانیث کا فیصلہ کرنے والا اور بتلانے والا، استاد، رہنما، اور حکم یہی لغات کی کتاب ہوا کرتی ہے، جب اس قسم کی کتاب خود نامکمل اور آدھوری ہو تو کسی بات کا فیصلہ کیا کر سکتی ہے؟

کاش! پشتو دنیا کے بھدار اس حقیقت سے آگاہ ہوتے، کہ پشتو کی کوئی معیاری ڈکشنری نہ ہونے کے باعث انہیں تاریخی حیثیت سے کس قدر ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا، پشتون اچھی طرح جانتے ہیں، کہ اُن کے چپہ چپہ میں زبان کے لہجہ کا اختلاف موجود ہے، نوشہرہ کے خٹک، خوڑے کے خٹک، کوہاٹ کے خٹک، اور ساغری خٹک ان سب کی پشتو مختلف ہے، ایسے ہی افریدیوں، ہندیوں، وزیریوں، سواتیوں قندہاری یا غلجی قبائل کی پشتو کا آپس میں اختلاف ہے، پس ہم جب ان لہجوں کے فرق اور اختلافات کو تاریخی حیثیت سے ثابت کرنے بیٹھتے ہیں، اور پرانے شعراء اور علماء کا کلام بطور سند اور ثبوت تلاش کرتے ہیں، تو کیف افسوس مل مل کر ناکام رہ جاتے ہیں، اس لئے کہ جتنے اعلیٰ قلمی نسخے مل سکے، وہ تو سب سمیٹ کر سب مغربین شوقین اپنے ساتھ لیلے گئے، اور عجائب گھروں اور لائبریریوں میں مقفل کرکے رکھ دیئے، باقی جو رہے، اُن پر بے اصولیوں اور ناواقفیتوں کے باعث مقامی سرپرستوں کی سست شفقت

کر طبع کراتے وقت انہوں نے ان فنوں کی اس وقت کی زبان اور اس لب و لہجہ کو ہی بدل بدلا کر رکھ دیا، ان محترم مخلصوں سے کوئی پوچھے، کہ جناب اگر آپ "ژ" "یا "ش" وغیرہ نہیں بول سکتے، تو نہ سہی، اپنی تصانیف میں انہیں جو جی میں آئے لکھئے، مگر یہ کیا کہ خوشحال خان مرحوم اور اُن کی قوم اگر اپنے وقت میں "دوئی" کو "دیکو" "چرے" کو "چیرے" اور "مونږ" کو "موږ" "پکښې" کو پکښے بولتے تھے، اور اپنی تصنیفات و تالیفات تک وہ ایسے ہی لکھ بھی گئے ہوں، تو آپ کا کیا حق تھا کہ اُن الفاظ کو طباعت کے وقت بدل کر اپنے لہجہ اور تلفظ کے مطابق چھپوایا، اس کا مطلب تو یہ ہوا، کہ بابا طاہر ہمدانی کی فارسی رباعیات آپ اگر طبع کرانے بیٹھیں۔ تو مثلاً اس رباعی کو ؎

موکه سرد ما بیابونوم شوروز
سرشك اغ دیدبار دنوم شوروز
نه تو دیرم منعجانم میکرد درمه
گی ذ دنوم که نالونوم شوروز

شکر آپ اس فارسی کو درست کر کے شائع کرائیں گے، تو از روئے انصاف آپ بتلائیے، کہ آپ کی یہ ساعی جمیلہ کس نظر سے دیکھی جانے کی مستحق ہو گی، کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا کے ہاں اتفاق سے کسی کا پلا ہوا بانڈ جا آٹا، بڑھیا نے اُسے پکڑ کر اس پر جب ہاتھ پھیرا، تو بڑے رنج و افسوس سے کہنے لگی کہ:۔

"آپے پتے۔ تیرے یہ ناخن تو کس قدر بڑھ گئے ہیں، تو کن جنگلیوں کے ہاں رہتا ہے، جو تیرے ناخن تک نہیں کاٹتے، اور یہ چونچ! یہ بھی تو بڑھ کر کتنی لمبی ہو گئی ہے، تو تو نہ بیٹھ سکتا ہو گا، اور نہ دانہ چگ سکتا ہو گا، یہ کہہ کر مٹھی اور قینچی لیکے اُس کی چونچ آگے سے کاٹ دی، پھر ایک ایک کر کے سارے ناخن کاٹے، پھر بانڈوں کو پھیلا کر دیکھا تو پر بھی بہت بڑے بڑے اور سجاوی نہ تھے، وہ بھی کتر ڈالے، دُم بھی ذرا سی اُڑا دی، اس صورت سے اُس نے اپنے خیال میں اُسے بالکل آدمی بنا کر رکھ دیا، بعینہٖ یہاں کے نیک اندیش مہربانوں نے پرانی قلمی کتابوں کو چھپواتے وقت اُن میں اس قسم کی تحریف و تصرف سے کام لیا ہے، اور اُس پشتو کو ایسا بدل ڈالا، کہ اب یوسف زئی قبیلہ کے آخون درویزہ مرزا خان انصاری، دوسری طرف خوشحال خان خٹک، خواجہ محمد بنگش، عبدالحمید ماشوخیل، عبدالرحمن سڑبنی اور احمد شاہ دُرانی سب کے کلام کو مطبوعہ کتابوں میں ایک ہی سی پشتو میں پائیں گے اگر کسی کو قدیم مستند قلمی نسخہ ہاتھ نہ آسکا، تو وہ اس حسرت و ارمان میں بڑی خوشی اور بڑے شوق سے سر پٹک کر مر سکتا ہے، مگر ان چھپی ہوئی کتابوں سے وہ ہرگز نہیں معلوم کر سکتا، کہ خواجہ محمد بنگش کے زمانہ میں وہاں کے لوگ (بیٹھنے) کے لئے لفظ کښینه کښیدہ یا چیندہ میں سے کونسا لفظ برتتے بولتے تھے، یا خوش حال خان خٹک نواب کے زمانہ میں اُن کے بلطف خٹک (ہم) کیلئے لفظ مونږ۔ موږ۔ موږ یا میږ میں سے کونسا لفظ کس لہجہ میں بولتے تھے وغیرہ۔ غرضیکہ ؎

دراز دستیٔ ایں فضل آستینہا بیں!

آمدم برسر مطلب:۔

حرکات و اعراب:۔ چونکہ ہر لفظ دوسرے لفظ سے تلفظ میں مختلف ہوتا ہے۔ اس لئے لکھتے وقت لفظ کی آواز اُس کے لہجہ اور مخرج کے فرق و اختلاف کے اظہار کیلئے ماہرین و اساتذہ نے حروف تہجی کے ساتھ ساتھ کچھ نشانات بھی وضع کر دئے ہیں جنہیں حروف کے اوپر نیچے، بیچ میں یا ادھر اُدھر لگا دینے سے اُس کی آواز کا فرق معلوم ہو جاتا ہے، جیسے پشتو میں "ت ل ہ" کو ملا دینے سے "تله" بنا، چنانچہ یہ لفظ پشتو میں چار طریقے سے بولا جاتا ہے، اور چاروں جگہ بالکل الگ الگ معنے دیتا ہے، مثلاً ایک جگہ یہ تَلَه (تَ لَ) = تول۔ تولے جا۔ وزن کر۔ وزن کئے جا = دوسری جگہ یہ تَلَهٖ (تَ لِ) = ترازو میزان، تولنے کا آلہ، کانٹا، تیسری جگہ یہ تَلَهٗ (تَ لُ) = جاتی تھی، جا رہی تھی، بہہ رہی تھی، جیسے خون یا پیپ، اور چوتھی جگہ یہ تِلَه (تِ لَ) = جاتے تھے، چلتے تھے، جا رہے تھے، کے معنی دیتا ہے، (اس لفظ کے اخیر کو پشتون ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں) گویا ہے تو ایک ہی سہ حرفی لفظ، لیکن اُس کے حروف کی حرکات کے بدل دینے سے معانی بالکل بدل جاتے ہیں،

ہر زبان کے رسم خط میں اس قسم کی علامات یا نشانات موجود ہوتے ہیں، یہ الفاظ دیگر حروف تہجی دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں، ایک خود حروف جنہیں انگریزی میں (Consonants) کانسونینٹس کہتے ہیں، اور دوسرے اُن کے یہ نشانات، انگریزی میں یہ علامات (Vowels) واویلز، ہندی میں ماترا اور عربی فارسی اردو میں حرکات و سکنات اور اعراب کہلاتی ہیں، پشتو رسم خط میں حرکات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ـَ = زبر (زَبر)۔ (۲) ـِ = زیر (زِیر)۔ (۳) ـُ = پیش یا پیش (پیش)۔ ـٔ = ہمزہ (ہَمزَہ) کے یا غوڑنڈے (جزم یا سکون)۔ (۵) ـّ = شد (تشدید)۔ (۶) ـٰ = الف (ہمزہ)۔

جیسے کے گذشتہ صفحوں میں بیان کیا جا چکا ہے، کہ پشتو رسم خط کے حروف تہجی عربی سے لئے گئے ہیں، اسلئے لامحالہ حرکات کی یہ علامات بھی عربی سے ہی لی گئی ہیں، عربی زبان کے تلفظ کے اظہار کیلئے تو یہ حرکات و اعراب بخوبی کفایت کرتے ہیں، کیونکہ شروع سے وضع ہی اس کے لئے کئے گئے ہیں، لیکن پشتو جیسی ست میلی زبان کے لب و لہجہ کے اظہار کے واسطے بھلا عربی کی یہ چند علامات کیونکر کام دیسکتی ہیں، جس میں ایک طرف اگر سنسکرت، پراکرت کی بھرمار شامل ہے، تو دوسری طرف ترند و آوستا اور ترکی کی بھچ کچ ملی ہوئی ہے، عربی بھی اس میں موجود ہے، اور پہلوی بھی، پھر سب سے بڑھ کر پشتو کے اپنے مخصوص الفاظ جو کہ خود بجائے رمز گاہیں، پشتو کا تو زبر بھی انوکھا ہے، زیر فرالا اور پیش ایک تماشہ۔ جس کی مثال کسی اور زبان کے لہجہ میں نہیں ملتی، پشتو میں ایک مثل مشہور ہے، کہ:۔ "وادۂ آسان دے خوښ وکړئ گران دے"۔ یعنی بیاہ شادی تو آسان ہے، لیکن اُس کا نبھ جانا بہت مشکل ہوتا ہے، ایسے ہی پشتو اتنی مشکل نہیں جس قدر اُس کا تلفظ مشکل ہے،

ایک عرصہ کے غور اور تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں، کہ پشتو رسم خط کیلئے ہندی ماتراؤں کی طرز پر حرکات مقرر کرنا چاہئیے، کیونکہ پشتو میں زبر، زیر، پیش، و، ہ اور ے سب کی کئی کئی آوازیں پائی جاتی ہیں۔

(۱)۔ پشتو میں تنوین (دو زبر، دو زیر اور دو پیش) نہیں ہے۔

(۲)۔ پشتو میں سہ مدی بھی نہیں، الف ممدود (آ) کو مفتوح (ا) بولتے ہیں، جیسے آبرو کو ابرو۔ آسمان کو اسمان۔ آواز کو اواز، اور آدم کو ادم،

(۳)۔ اگر کسی لفظ کے شروع میں پہلے حرف کے بعد الف آتا ہے، تو اُسے ہٹا کر پہلے حرف کو حرف مفتوح بولتے ہیں، جیسے حاجت کو حجت، (حجت یا اجت) ساعت کو سعت، (سعت یا ساعت)، عاجز کو عجز یا اجز، عالم کو علم یا الم

اور یا ہر کو تہر۔

(۷)۔ صرف اس قسم کے الف کا بولنا ہی دوبھر نہیں ہے، بلکہ اگر کسی لفظ میں کوئی حرف ذراسی دگی کے ساتھ کوئی حرکت لیے ہوئے ہے، اُسے بھی یکسر اُڑا دیا ہے، اس کی جگہ جزم لگا کر بولتے ہیں، جیسے مُراد سے مْراد، خَروش سے خْروش، فِراق سے پْراک، اور ناپسند سے ناپْسند۔

(۸)۔ پشتو میں تشدید کا استعمال بہ استثنائے معدودے چند الفاظ کے، جیسے گنتی نہیں ہے۔ پندرہ۔ اُولسّ۔ سترہ۔ اَتلسّ۔ اٹھارہ۔ اُونلسّ انیس یا چھ چرسے کی مرکب شکل ھیڈے، کبھی بھی کبھی بھی نہیں، یا کبھی نہیں وغیرہ) ویسے عام طور پر مفقود ہے، تمام دوسری زبانوں کے مشدد الف فاطمت اور نرمی کے ساتھ زبر کی آواز سے بولے جاتے ہیں۔ جیسے زرین کو زرین، نیت کو نیّت، اُمت کو اُمّت، ملت کو مِلّت ایسے ناموں میں بھی الدین کو بجے دین، رفیع الدین کو رَفے دین اور مجاہد الدین کو مجے دین بولتے ہیں،

(۹)۔ زبر، یعنی زبر کی چار آوازیں ہیں، ان میں سے دو تو واؤ اور یائے مجہول کے ساتھ مخصوص ہیں، جن کی مثال اپنے اپنے موقعہ پر دی جائے گی، باقی کی دو میں سے ایک وہ ہے جو فارسی عربی میں عام ہے، جیسے شَلہ، تول، تولے جا، وَہَندہ مار، مارے جا، اَرٹ۔ ہٹ یعنی مکیت کا کنواں، اور قلم میں ہے، دوسری وہ آواز جو حرکت و سکون اور زبر و پیش کے بین بین واقع ہے، جیسے ثُٹ (گردن)، مُٹ (گدھا، موندھا یا بازو)، خُرّ (گدلا، میلا، خاکی)، اور پُل (فائل، نفیف، بارا ہوا، بار مانے ہوئے) میں خ۔م اور ب کا تلفظ ہے،

(۱۰)۔ زیر کی وہ آوازیں ہیں، پہلی آواز تو وہی سادی اور عام آواز ہے جیسے جِنز، عِلم اور حکیم کے ج، ل اور ک کی ہے، دوسری آواز وہ ہے، جس میں زیر کو "ی" دیائے معروف) کی حد تک زور دیکر بولتے ہیں، لیکن اُسے کھینچتے نہیں، اُتنی ہی جلدی بولتے ہیں، جتنی جلدی کہ سادہ زیر بولا جاتا ہے، جیسے اَیف کرائیف، کِتاب کو کیتاب، چنار کو چینار اور گلہ کو گیلہ بولتے ہیں، ایسے ہی ان الفاظ کو بھی جنکا پہلا حرف یائے معروف سے بدیہ زیر جڑا ہوا ہے، اور کھینچکر تلفظ کیا جاتا ہے، جیسے زین (کیفہ اور پیشہ میں زنگ اور ش کی آواز ہے) اسے دوسرے قسم کی زیر کے ساتھ بولیں گے، فارسی کی طرح زری، زکی اور بشی کو کھینچکر نہیں بولیں گے،

(۱۱)۔ پشتو کے پیش کی بھی زبر کی طرح دو آوازیں ہیں، ایک تو عربی کی سی عام، جیسے گل، کل، کتنی اور کشنے میں ہے، دوسری وہ ہے جس میں پیش کو دائے مظوم (ڈ) کی حد تک زور دیکر بولتے ہیں، مگر کھینچکر نہیں بولتے، اُتنی ہی جلدی بولتے ہیں، جتنی جلدی کہ عربی کا پیش بولا جاتا ہے، جیسے جُدا کو جُوُدا شکارہ کو شُوُکرہ، خار کو خُوار اور پل کو پُول کہتے ہیں، ایسے ہی اُن الفاظ کو بھی جن میں پہلا حرف واؤ کے ساتھ بذریعہ پیش جڑا ہو، اور عام تلفظ اُس کا کھینچکر کیا جاتا ہو (جیسے صورت، شوم، سود اور ثوت وغیرہ)، اسی دوسری قسم کے پیش کے ساتھ بولیں گے، فارسی اردو کے تلفظ کے مطابق کھینچیں گے نہیں،

(۱۲)۔ "و" (واؤ) کی دو آوازیں ہیں، ایک تو عام ہے، جو فارسی اردو میں موجود ہے جیسے واؤ زبر کے ساتھ بگوں، بور اور خوکئی یا جیسے واؤ پیش کے ساتھ) اکاذب، کاذبوت وغیرہ۔ دوسری آواز وہ ہے جس کا حوالہ مذکورہ بالا نمبر ۶ میں دیا گیا ہے، جو زبر اور پیش کے بین بین ہے، اور آگ (گھر)۔ مورلہ، تور (کالا) اور سور (سوار) میں واؤ کی آواز ہے

(۱۳)۔ "ہ" (ہے) علاوہ اپنی عام آواز کے ایک خاص طریقہ سے پشتو میں مستعمل ہے۔ وہ یوں کہ لفظ کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مگر بولی نہیں جاتی، جیسے تلہ۔ خطہ۔ چپہ۔ اور خولہ وغیرہ میں ہے (فی الحقیقت ان الفاظ کا تلفظ تلَ۔ خطَ۔ اور چپَ لکھکر پورے طور پر کیا جا سکتا ہے)۔

(۱۴)۔ "ے" (یائے مجہول) کی علاوہ اپنی عام آواز کے دو آوازیں اور ہیں ایک تو وہ خاص آواز ہے جو زبر اور زیر کے بین بین بولی جاتی ہے، جیسے سپین، تیل، بیوہ، کلیزے، دہے اور ورزے میں)۔ دوسری آواز ہے جو مذکورہ بالا "ہ" کی طرح لفظ کے آخر میں لگائی جاتی ہے، مگر بولی نہیں جاتی، جیسے کوکے، کوڑے، ہٹے، بچے۔ وغیرہ میں کہ یہ محض تلفظ کے خیال سے اگر لکھے جائیں تو یوں ہونگے۔ کوکَ۔ کوڑَ، کوڑا اور بچَ۔

مذکورہ بالا مثالوں کو پشتون ہی خوب سمجھ سکینگے، کیونکہ وہ ان الفاظ کے صحیح تلفظ سے بخوبی واقف ہیں، یہ قاعدہ ہے، کہ کسی زبان میں ثبوت کے لئے الفاظ کی جو مثالیں پیش کیجاتی ہیں، وہ عموماً کثیر التعداد اور متوسط طبقہ کے لوگوں کی زبان سے اخذ کئے جاتے ہیں، جو نہ بہت شائستہ، عالم اور بڑے ہی مہذب لوگوں کی زبان ہوتی ہے، جس میں ہر لفظ اپنی اصلی اور ابتدائی شکل میں ہی بولا جاتا ہو، اور نہ وہ بالکل گنوار اور اُجڈ لوگوں کی زبان ہو جیسے کہیں کہ "اتاں! تزا زلدی کیتو" (ارے میاں! ذرا جلدی کیجو)۔ یا پشتو میں ایک سادہ نام دیکھے کو جیکے کہیں، تو اس قسم کی مثالیں بھی ناقابل قبول ہونگی

میں نے ان متذکرہ آوازوں کی حرکات کی کچھ علامات بھی پشتو جامع اللغات کیلئے وضع کی ہیں، جو انشاء اللہ جہاں کسی موقع پر بالتفصیل پیش کرونگا۔

ڈاکٹر سر شفاعت احمد خان

(نامزد ہائی کمشنر)

ڈاکٹر سر شفاعت احمد خان نامزد ہائی کمشنر برائے جنوبی افریقہ بمبئی پہنچ گئے ہیں، جہاں سے وہ کیپ ٹاؤن کو روانہ ہونگے۔ اُن کے اعزاز میں ایسپائر ایسوسی ایشن نے ایک اعلیٰ پیمانہ پر چائے کی پارٹی دی، اور جہاں پر تقاریر ہوئیں، اور اُن کی قابلیت اور موزونیت کے متعلق بہت کچھ سر پرشوتم داس ٹھاکر داس صدر ایسوسی ایشن نے فرمایا۔ ڈاکٹر موصوف افغان ہیں، اور ان کا شمار اعلیٰ ہندوستانی قابل اور اہل الرائے ہستیوں میں سے ہے، جمعیت افاغنہ کے لئے باعث فخر ہے۔

علامہ سردار محمد حسین خان صاحب (بی اے)

(سابق وزیر تعلیمات کابل)

بوجہ ذاتی اور عزیزوں کی علالت مجلس مشاورت میں شرکت نہ فرما سکے۔

ہماری آنکھیں آپ کی تلاش میں رہیں، اور مجلس مشاورت آپ کے اور علامہ میر افضل صاحب [illegible] دن کچھ سونی سی رہی

خداوند کریم ہر دو بزرگان کو مع اخیر صحت عاجل عطا فرمائے تاکہ آپ آئندہ جمعیت کے اجلاس میں بطمانیت خاطر شرکت فرمائیں۔ اور اپنی رہنمائی سے اپنی قوم کو مستفید فرمائیں

معجزات وکرامات اولیائے کرام

(از سردار علی احمد خان صاحب گورنمنٹ سیکریٹریٹ، لکھنؤ)

سلطان المشائخ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز

حضرت کے جد امجد مشہور فرخ شاہ ملک کابل کے حاکم تھے، اور آپ کے پدر والا گہر شیخ کمال الدین سلیمان سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سلطنت میں کابل سے ملتان آئے، اور سلطان نے قصبہ کھوتوال متصل ملتان آپکو مرحمت کیا،

شیخ فرید مشہور ۵۸۴ھ قصبہ کھوتوال میں پیدا ہوئے تھے، کہتے ہیں، کہ شب کو شیخ کی والدہ ماجدہ نماز تہجد میں مشغول تھیں، ایک چور آپ کے مکان میں آیا جب اس غفیفہ کی نگاہ اُس پر پڑی تو وہ چور فوراً اندھا ہوگیا، اور چلایا کہ جل جاؤں، لیکن راہ نہ سوجھی، آواز دی، کہ میں اس مکان میں چوری کو آیا تھا، یہاں کون شخص ہے، کہ جسکے نور بطن سے اندھا ہوا، اب میں عہد کرتا ہوں، کہ اگر آنکھیں میری روشن ہو جائیں، تو عمر بھر چوری نہ کرونگا۔ شیخ کی والدہ نے جب یہ سُنا، تو اس کی بینائی کیواسطے دعا کی، اور دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی، یعنی وہ چور بینا ہوا، اور اپنا راستہ لیا، چور نے گھر جا کر شب کا ماجرا اپنے اہل وعیال سے بیان کیا، اور ایک باندی دہی کی سر پر لیکر اُن بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور احوال شب کا بیان کرکے عرض کی کہ میں حسب وعدہ حاضر ہوا ہوں، کہ اسلام سے مشرف ہوں، یہ کہکر کلمہ شہادت زبان پر لایا، اور دل سے مسلمان ہوگیا، نام اس کا عبد اللہ ہوا، اور مدت تک خدمت میں رہا، چنانچہ اب تک قبر اسکی کھوتوال میں ہے۔

نقل ہے، کہ اجودھن کے قاضی نے دفور حسد سے دروازہ خصومت کا کھولا، سپاہی اور جاگیردار وہاں کے قاضی کے اغوا سے شیخ کے فرزندوں کو تکلیف دیتے تھے، لیکن شیخ ہرگز راہ نہیں کرتے تھے، یہانتک کہ قاضی نے ملتان کے اعیان اور صدور کو لکھا کہ جو شخص اہل ظلم سے نہ ہو اور وہ مسجد میں قیام کرکے رات کو اٹھے اور رقص کرے اُس کے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے، انہوں نے جواب دیا، کہ پہلے اُس شخص کا نام لکھو، قاضی نے نام فرید الدین گنج شکر کا لکھ دیا، ملتان کے عالموں نے جب شیخ کا نام سنا قاضی سے بہت رنجیدہ ہوئے، اور کہا کہ تو نے ایسے آدمی کا نام لکھا ہے، کہ جسکی تہمت کو مجال نہیں، کہ اُس کے قول وفعل پر اعتراض کرے، لیکن قاضی باوجود اس حال کے اپنی حرکت سے باز نہ آیا، جب دست درازی قاضی کی شیخ کے فرزندوں تک پہنچتا تھا، اور فرزند جب حضرت سے شاکی ہوتے تھے، شیخ جواب دیدیا کرتے تھے، جو ظلم چاہیں کریں، خود ہی اُن سے انتقام لیا جائیگا، لکھا ہے، کہ چند روز ہی گذرے تھے، کہ دشمن متفرق اور پریشان ہوئے، اور باقی ماندگان نے شیخ کے فرزندوں کی اطاعت، محبت، اختیار کی،

شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے، کہ بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی، کہ نماز کے بعد ہمیشہ دو ساعت سر بسجدہ خاک پر رکھ کر حق کے ساتھ مشغول ہوتے تھے، شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ایک دن میرے سوا مریدوں کی کوئی اور موجود نہ تھا، کہ ایک قلندر جرم پوش حلقہ بگوش آیا، اور بآواز بلند ہر طرح کے فحش وہ یاوہ بکنے شروع کئے، شیخ نے حالت سجود میں فرمایا، کہ یہاں کوئی موجود ہے، میں نے عرض کی، کہ آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے، پھر فرمایا، کہ میرے قریب ایک قلندر کھڑا ہے، میں نے عرض کیا، کہ ہاں! پھر فرمایا، کہ زنجیر کمر پر رکھتا ہے، میں نے کہا، کہ ہاں! پھر ارشاد کیا، کہ حلقہ سفید کانوں میں پہنے ہوئے ہے، اکثر اصل جب میں اس قلندر پر نظر کرتا تھا، رنگ اس کا متغیر ہوتا تھا، اتنے میں بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سجود میں فرمایا، کہ اے نظام الدین وہ ایک چھری برہنہ کر میں رکھتا ہے، اس سے کہو کہ یہاں سے دفع ہو جائے، قلندر یہ سُنتے ہی بھاگ گیا، کہتے ہیں کہ اجودھن کے قاضی نے درخفیہ اس قلندر کو دیکر شیخ کی شہادت پر راضی کیا تھا، کہ حین سجود میں آنجناب کو شہید کر دے،

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ سے یہ بھی منقول ہے، کہ ایک شخص گدڑی پہنے ہوئے شیخ کے پاس آیا، اور کنگھی جو شیخ نے مصلی پر رکھ دی تھی، مانگی، شیخ نے اُس کنگھی کو جو مدت سے استعمال کرتے تھے، بغیر سمجھ کر کچھ جواب نہ دیا، اس درویش بے حیا نے بآواز بلند کہا، کہ اے شیخ اگر یہ کنگھی تو مجھ کو دیدے، تو تجھے برکت تمام حاصل ہو، شیخ نے فرمایا، کہ جا، مجھ کو تنگ نہ کر، میں نے تجھے اور تیری برکت کو پانی میں ڈالا، قلعہ کوتاہ فطرت جاتا رہا، اور جب اُس چشمہ پر جو قصبہ اجودھن کے قریب جاری تھا پہنچا، اور کپڑے اُتار کر غسل کیواسطے دریا میں اُترا، بحر فنا میں ایسا غوطہ کھایا، کہ پھر کسی نے اُس کا نشان نہ پایا،

روایت ہے کہ قصبہ اجودھن کے حاکم نے قاضی کے وسوسہ سے شیخ کے فرزندوں پر زیادہ تر سختی کی، تو ایک دن بڑے صاحبزادے نے آزردہ ہو کر باپ سے عرض کی، کہ آپ کی بزرگی سے یہیں فائدہ پہنچا ہے، کہ حاکم کی طرف سے رات دن ظلم عالم میں رہتے ہیں، شیخ یہ کلام سنکر آزردہ ہوئے، اور صبا جو اُس وقت دست مبارک میں تھا، زمین پر مارا، اُسی وقت حاکم درد شکم میں مبتلا ہوا، اور کہا، کہ مجھے شیخ کے پاس لیچلو، ابھی شیخ کے در اقدس پر نہ پہنچا تھا، کہ راستے ہی میں اُس کی جان نکل گئی،

اجودھن میں ایک عامل قرر تھا، وہاں کا حاکم اُسپر جور وتعدی کرتا تھا وہ محرر شیخ کے پاس پناہ لایا، اور التماس دعا کی، شیخ نے پہلے اپنے خادم کے پاس بھیجکر پیغام دیا، کہ اس درویش کی منت کے سبب اس عامل غریب پر ظلم نہ کرو، حاکم نے شیخ کے فرمانے پر کچھ التفات نہ کی، بلکہ جور وجفا زیادہ تر کرنے لگا، محرر نے پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال بیان کی، شیخ نے فرمایا، کہ ہم نے تیری سفارش حاکم سے کی تھی، لیکن اُس نے قبول نہ کی، اس صورت میں معلوم ہوتا ہے، کہ شاید کسی مظلوم نے قبل اس کے تیرے پاس بھی داد خواہی کی تھی، اور تو نے نہ سُنی، محرر اُٹھا اور عرض کی، کہ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں، کہ آج سے کسی کو نہ ستاؤنگا، اگر چہ دشمن بھی ہو، کہتے ہیں کہ اُسیوقت حاکم نے اُسے طلب کرکے خلعت اور گھوڑا مرحمت فرمایا، اور اُس کی تقصیر معاف کی، اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے ادبی کی معافی چاہی،

بابا گنج شکر رح ایک مرید تھے، جنکو خلعت خرقہ شاہ غزنی کہتی تھی، وہ مرد صادق اور پرہیزگار تھے، ایک مرتبہ وہ بہت پریشان خاطر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے پوچھا، کہ اے محمد شاہ تجھے کیا ہوا، کہ اس قدر پریشان ہے، اُس نے عرض کی، کہ میرا بھائی سخت مرض میں مبتلا قریب المرگ ہے، معلوم نہیں ہوتا، کہ میں اُسے جاکر زندہ دیکھوں، شیخ نے فرمایا، کہ میں تمام عمر رنگارنگ الٰہی میں اسی طرح محزون رہتا ہوں، جیا تو اسوقت معلوم ہے، لیکن کسی سے اظہار نہیں کرتا، اپنے گھر جا، انشاء اللہ تیرے بھائی نے شفائے کامل پائی،

محمد شاہ غزنی جب گھر آیا، دیکھا کہ اُس کا بھائی صحیح وسالم بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا ہے، اور اُس کو کسی طرح کی زحمت وعلامت نہیں ہے،

شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی منقول ہے، کہ ایک روز میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا، کہ پانچ درویش ولایت ترکستان

سے سیر کرتے ہوئے اجودھن میں پہنچے، وہ سب درویش منہ پھٹ تھے، شیخ کی خدمت میں یوں گویا ہوئے، کہ ہم تمام جہان میں پھرے، کوئی درویش ایسا نہ ملا کہ جس کی ہمیں تلاش ہے، انہیں ملا، خود غرض اور دنیا دار بہت پائے، شیخ نے فرمایا، کہ تم ایک ساعت توقف کرو، میں تمہیں ایک درویش دکھاؤں، انہوں نے قبول نہ کیا، اور اُٹھ کھڑے ہوئے، شیخ نے فرمایا، کہ اگر تمہیں ہو، تو خبردار فلاں راستے سے نہ جانا، انہوں نے شیخ کے فرمان پر التفات نہ کی، اور جان بوجھ کر اسی راہ ممنوع کی طرف چلے، یہ امر دیکھ کر شیخ نے آبدیدہ ہو کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا، بعد چند یوم کے خبر پہنچی، کہ پانچوں آدمیوں کو لوٹ لگ گئی، چار تو فوراً وہیں پر مر گئے، ایک اُن میں سے آب گنوئیں پر پہنچا، اور اس قدر پانی پیا، کہ وہ بھی چل بسا۔

مولانا بدرالدین اسحاق بخارا کے رہنے والے تھے، علم معقول و منقول سے خوب واقف تھے، حتیٰ کہ آپ کا مثل اسوقت نہ تھا، دہلی میں مدرسہ غزنوی میں درس دیتے تھے، اور درویشوں سے اعتقاد نہ رکھتے تھے، کئی سے اور اُن کے ہمسروں سے کئی مسائل حل نہ ہوتے تھے بخارا کی طرف متوجہ ہوئے، اور جب اجودھن میں پہنچے، اُن کے ہمراہی بابا فرید شکر گنج کی زیارت کیواسطے عازم ہوئے، مولانا سے خواہش کی، کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شیخ کی زیارت کو چلیں، جواب دیا، کہ تم جاؤ، ہم نے ایسے شیخ بہت دیکھے ہیں، رفقا مصر ہو کر انہیں بھی ہمراہ لے گئے، شیخ نے فوراً ہی اُن کی تمام مشکلیں حل فرمائیں، مولانا نے وہ حالت مشاہدہ کر کے سفر بخارا ترک کیا، اور شیخ کے ایسے معتقد ہوئے کہ ہر روز ایک پشتارہ لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھ کر شیخ کے مطبخ میں صحرا سے لاتے تھے، اور دن بھر ایندھن حاصل کرتے تھے، آخر شیخ اپنی بیٹی حبالہ نکاح میں اُن کے لائے، اور داماد ہی سے سرفراز فرمایا۔

شیخ کے لقب گنج شکر کے بارہ میں بہت سی روایات ہیں لیکن تاریخ حاجی محمد قندہاری میں یوں تحریر ہے، کہ جب شیخ دہلی میں دروازۂ غزنی کے قریب فروکش تھے، ایک روز برسات کے موسم میں راستوں میں نہایت کیچڑ تھی، اپنے پیر خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا اشتیاق غالب ہوا، پاؤں میں نعلین چوبی پہنکر خواجہ کی خانقاہ کی سمت متوجہ ہوئے، چونکہ سات یوم سے بابا نے کچھ تناول نہ فرمایا تھا ضعف نہایت غالب تھا، اثنائے راہ میں آپ کے پاؤں نے لغزش کی، کیچڑ میں گر پڑے، یہاں تک کہ قدرے منی آپ کے دہن میں بھی داخل ہوئی، حکم خدا سے وہ شکر ہو گئی، اور جب شیخ اپنے پیر کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے فرمایا، کہ اے فرید! تھوڑی سی تیرے دہن میں بھی شکر ہوئی، کیا تعجب! جو قادر ذوالجلال نے تیرے تمام جسم کو گنج شکر کیا ہو، اور وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ تجھے شیریں رکھے، شیخ نے شکر الٰہی دہن میں ڈال کر جب بازگشت کی، تو جس مقام میں پہنچے تھے، سنتے تھے، کہ لوگ آپس میں کہتے ہیں، کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر آتے ہیں،

دوسری روایت یوں ہے، کہ ایک دن اثنائے راہ میں بنجارے نمک دہلی میں لاتے تھے، شیخ فرید سے دوچار ہو کر تھوڑی شکر خدمت میں لائے، اور التماس کی، کہ ہمارے حق میں دعائے خیر کیجئے، تو ہماری پونجی میں برکت ہو، اور خوب زیادہ قیمت سے بکے، شیخ نے اس گمان سے، کہ یہ تمام شکر لائے ہیں، توجہ کیساتھ دعائے خیر کی، جب بنجارے کئی دن کے بعد دہلی میں پہنچے، اور گونیوں کو کھول کر دیکھا، تو تمام شکر تھی، اس وجہ سے شیخ خاص و عام میں گنج شکر مشہور ہو گئے۔

تیسری روایت یہ ہے، کہ شیخ کو عہد لڑکپن میں جیسے کہ لڑکوں کی عادت ہوتی ہے، شیرینی کی طرف بہت رغبت تھی، آپ کی والدہ ماجدہ نے شیخ سے فرمایا، کہ اے فرزند جو شخص صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا ہے، حق تعالیٰ اُسے شکر عنایت فرماتا ہے، اور آپ یہ کام کرتی تھیں، کہ شکر ایک بوریے میں رکھ کر مسجد کے سرہانے رکھ دیتی تھیں، شیخ بعد ادائے نماز شکر سرہانے سے اٹھا کر نوش کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت کا سن بارہ برس کا ہوا، آپ کی والدہ کے دل میں یہ خیال گذرا، کہ اب فرزند بفضلہ تعالیٰ ہوشیار ہو گیا ہے، شکر رکھنے کی حاجت نہیں، اُس کا رکھنا موقوف کیا، لیکن تمام حقیقی نے بطریق ظریفہ فرمایا، اُسی طرح سے پہنچتا رہا، آپ کی والدہ مکرمہ کو اس امر سے اطلاع نہ تھی، جب دیکھا، کہ فرزند شکر موقوف ہونیکی شکایت نہیں کرتا، ایک دن پوچھا، کہ فرید تجھے شکر روزمرہ ملتی ہے، شیخ نے کہا ہاں برابر ملتی ہے، وہ عفیفہ سمجھیں، کہ شاید کوئی پرستار شکر شیخ کے سرہانے رکھ دیتا ہے، جب زیادہ جستجو کی، تو معلوم ہوا، کہ یہ کام مخلوق کا نہیں، شیخ کے وفور اعتقاد کی برکت سے یہ پوڑیا شکر کی غیب سے پہنچتی ہے، اس واسطے حضرت کا لقب گنج شکر ہوا۔

(بقیہ صـ۱۳) ۔ ابراہیم سرہ بن بن قیس عبدالرشید رح کا نکاح بمنشور قوم سید احمد گیسو دراز سے ہوا۔ بعد انقضاء مدت معینہ خداوند تعالیٰ نے انکو اس بی بی سے بھی ایک فرزند نرینہ ارزانی فرمایا۔ خادمہ خبر دینے کے لئے گئی۔ رات کا وقت تھا، سید صاحب قطبی تارا پر نظر جمائے کھڑے تھے، جونہی خادمہ نے خبر دی، آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلا، "دودے مستوری"۔ یہ تو ایک تابناک ستارہ ہے، بس اس سے آپ کو نام ستورے پڑ گیا۔ آپ کی اولاد ستورانی یا اوستورانی کہلائی۔

ھنی بی بی فقیرنی بنت ملک یوسف عرف منگل بن کوڈے بن احمد کران کے بطن سے سید احمد گیسو دراز کے دو توام بچے پیدا ہوئے، پہلے بچے کی خبر جب خادمہ دینے گئی، تو آپ گھوڑے کی زین سے تکیہ لگائے کھڑے تھے، آپ نے سنتے ہی فرمایا "ھنی پیدا شوی دی"۔ تکیہ پیدا ہو گیا۔ بس آپ کا نام "ھنی" رکھا گیا۔ آپ کی اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی۔ پہلے قوم منگل کے شامل حال علاقہ بنوں میں آباد تھے، مگر قوم بنوں زئی یا بنوچی نے انہیں بیدخل کر دیا۔ اور خود قبضہ کر لیا۔ کوہ سفید کے مشرقی جانب یہ لوگ آباد ہیں۔

ورگ خادمہ واپسی کے بعد دوبارہ دوسرے بچے کی خبر دینے آئی۔ اب آپ زین کے تکیہ سے ہٹ کر ایک بطخ کے تالاب میں ناچنے کا تماشا دیکھ رہے تھے، ملازمہ نے خبر دی، آپ کی زبان سے نکلا۔ "ورگ ورگ زیرہ خہ تماشہ کیگی"۔ بطخ خوب تماشا کرتی ہے، بس نومولود کا نام ورگ ہی رکھا گیا۔ اور اسی نام سے آپکی اولاد مشہور یا ہوئی۔ مگر مجدد سید احمد گیسو دراز رح ڈیڑھ سال اس کوہستان میں گذار کر پنجاب کے رستے کشمیر چلے گئے۔ بعض کے نزدیک وہیں آپ کا مزار ہے، اور بعض کے نزدیک کشمیر سے پھر ہندوستان کو چلے گئے، بعض مورخین نے آپ کا نام سید محمد گیسو دراز رح لکھ کر آپ کا آخری ٹھکانا گلبرگہ شریف بیان کیا، مگر یہ صحیح نہیں، آپکے چلے جانیکے بعد آپ کی اولاد اپنے اپنے نہال میں پروش پاکر بن ایک پتہ (بقیہ) کے اضافہ کا باعث ہوئی، سب افغانوں میں شامل ہیں اور

پشتونوں کی سلطنت کا عروج و زوال

ہر کس نہ شناسندۂ راز ست، وگرنہ
اینہا ہمہ راز ست کہ مفہوم عوام ست

از جناب سید انوار الحق صاحب، شید واضلع پشاور

گذشتہ ستمبر کے اتحاد افغان میں سردار علی احمد خان صاحب (لکھنؤ) نے افغانوں کی سلطنت کے عروج و زوال کے متعلق چند تاریخی شواہد کے ساتھ نقشے دیکر یہ بتلایا ہے، کہ کیونکر مٹھی بھر افغان ہندوستان کے ایک چھوٹے سے پہاڑی گوشہ سے اُٹھے، اور وہ آہستہ آہستہ اپنی حکومت اور سلطنت کو پھیلاتے پھیلاتے اس سارے برِ اعظم پر چھا گئے۔ اور چند ہی صدیوں میں شکست کھا کر پھر اُسی کوہستان میں گھس کر گوشہ نشین ہو گئے، اور "اب افغانوں کے پاس ہندوستان میں سلطنت کی بجائے، اللہ تعالیٰ کا نام ہے"۔ اس کے بعد سردار صاحب قوم کے سامنے ایک مسئلہ پیش کر کے دریافت کرنا چاہتے ہیں، کہ "کیونکر افغانوں اور پٹھانوں کو فروغ یا ترقی ہو سکتی ہے، اور وہ کیسے موجودہ عمیق گڑھے سے نکل کر میدانِ ترقی میں گامزن ہو سکتے ہیں اور کس طرح موجودہ نکبت کو دور کر کے قوم کو فلاح و فارغ البالی نصیب ہو سکتی ہے؟"۔

سردار صاحب ایک حساس اور دردمند دل رکھتے ہیں، اور یقیناً ایک دور شناس آدمی اپنی قوم کی فلاکت و خستہ حالی، زبوں اور برتری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ حتی الوسع قومی بہبود و برتری کیلئے متمنی بلکہ کوشاں رہتا ہے، جیسے کہ سردار صاحب نے تاریخ سے شہادت پیش کی ہے، پٹھون قوم کا یہ دورِ حکومت واقعی عروج و اقبال اور فتح و ظفر کی ایک شاندار اور عظیم الشان یادگار ہے، جو رہتی دنیا تک اوراقِ تاریخ میں ایسی تابان و درخشاں رہے گی،

ساتھ ہی مگر تصویر کے دوسرے رخ پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے، تاکہ ایک طرف اس عروج و اقبال کی تابناکی اور نظارہ سوزی سے نگاہیں خیرہ ہو کر دوسری جانب دیگر حقائق کے دیکھنے سے قاصر نہ رہ جائیں، قطع نظر اس سے کہ مسلمان بادشاہوں نے جس صورت سے کہ دنیا میں حکومت کی ہے، وہ عین اسلامی اصول و تعلیم کی اقتضا کے مطابق کی یا اس کے خلاف؟ یا یہ کہ دنیا میں شخصی حکومت زیادہ مکمل اور قوی بنیادوں پر قائم رہ سکتی ہے، یا جمہوری؟۔

دیکھنا یہ ہے، کہ حاکم قوم کے فطری خصائص کیا ہیں، ان کے طبائع کس قسم کے ہیں، اور ان کی سرشت اور اُن کا خمیر کن خصوصیات و کوائف کا حامل ہے؟۔ اسی تاریخ میں ہمیں یہ بھی بغور تلاش کرنا ہے، کہ "آیا پٹھون قوم میں آپ اپنی حکومت قائم کرنے اور اُسے قائم رکھنے کی استعداد و صلاحیت زیادہ ہے؟۔ یا اُس میں دوسرے حکمرانوں کی حکومت قائم کرنے اور اُسے چلانے کی لیاقت زیادہ ہے؟۔ اُس میں خود ملک گیری کے لئے جذبہ و حوصلہ زیادہ ہے، یا دوسرے ملک گیروں کیواسطے سرِ تسلیم خم کرنے کو مستعد رہتے ہیں؟۔ تو خود ہی معلوم ہو جائیگا، کہ پلہ کس طرف کو جھکتا ہے، میں یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا! اسلئے فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔

میں تو یہاں مختصر طور پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں، کہ عروج و ترقی یعنی انسانیت کے کمال و منتہا تک پہنچنے کیلئے ہمیں کن بنیادی فطری اور قدرتی اصول و قوانین پر کاربند ہونا ضروری ہے، جن کے ذریعہ اصلی قدرتی منازل طے کرکے ایک قوم کامیابی و کامرانی کے ساتھ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے، اس بات کو سمجھنے کیلئے ہمیں ذیل کے نقشہ کا بغور معائنہ و ملاحظہ کرنا چاہیئے، جس سے معلوم ہو جائے گا، کہ ترقی کے حصول کے سبب سے مقدم و زینے کون کون سے ہیں؟۔ ان زینوں سے مراد کیا ہے؟۔ ان زینوں تک پہنچنے کیلئے کون کون سے راستوں سے ہو کر گذرنا پڑے گا؟۔ یہ پیمائش چڑھ کر ہم کس منزل میں پہنچیں گے؟ وہاں ہمارا کیا مرتبہ ہوگا؟ ہم کہلائیں گے؟۔ ہمارا کام کیا ہوگا؟۔ پھر اُن کاموں کا عملی نتیجہ کیا ہوگا؟۔

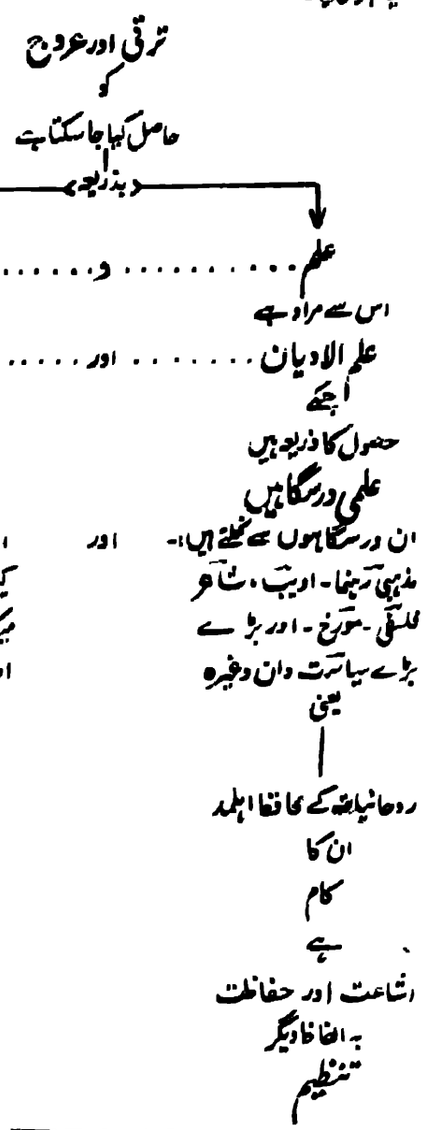

تنظیم اور طاقت ہی دو جز ہیں، جن کو حاصل کر کے یکجان کرنے سے ترقی، عروج، فارغ البالی بلکہ حکومت ہاتھ آجاتی ہے، ایک قابلِ قبول مذہب کے قیام و قرار کیلئے بھی یہ باتیں ضروری ہیں، پس ان لوازمات و قوانین فطرت کے پیشِ نظر ہر گروہ کا جائزہ لیکر دیکھ لیا جائے، کہ وہ کہاں تک ان راستوں پر چل رہا ہے، اُسی مناسبت سے اُس کی حالت کو قیاس کر لینا چاہیئے، آپ دنیا میں کسی کو دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا، کہ دنیا کی موجودہ اور بڑی بڑی قومی حکومتیں سلطنتیں سب انہی شاہراہوں

(باقی برصفحہ ۱۱)

ہندوستان اور افغانستان کی تجارت

انڈین ٹریڈ ایجنٹ مقیم کابل نے اپنی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۳۰ء میں جو ابھی شائع ہوئی ہے، بتایا ہے، کہ ہندوستان جاپان سے پھر نمبر لیگیا، اور اب افغانستان کی منڈی میں تمام دوسرے ملکوں سے پیش پیش ہے، ہندوستان نے افغانستان کو سال گذشتہ ۵۰،۰۰،۰۰۰ روپیہ کے مقابلہ میں اسی سال ۲۷،۹۰،۰۰۰ روپیہ کا سامان دیا ہے (اس میں نہ معلوم ہندوستان کے پٹھانوں نے کتنے کا سامان دیا۔ مدیر)

افغانستان میں ہندوستان اور جاپان دونوں ملکوں سے سوتی پارچات کی درآمد بڑھ گئی ہے۔ ہندوستان سے جو مال افغانستان کو برآمد ہوا ہے، اس کا اُنتالیس فی صدی سوتی کپڑوں پر مشتمل ہے۔

جہاں تک ریشمی مصنوعات کا تعلق ہے، افغانستان نے اس سال پچھلے سال کے مقابلے میں ہندوستانی ریشم تین گنا زیادہ درآمد کیا لیکن اب بھی تک زیادہ تر ریشم جاپان سے ہی آتا ہے۔

سال گذشتہ کے ۱۷،۱۲۱ روپیہ کے مقابلہ میں اس سال ۲۳۶۸۸ روپے کے ہوتے ہندوستان نے ہیا کئے، ٹریڈ ایجنٹ کا بیان ہے، کہ اس میدان میں دوسرے ملکوں سے زیادہ مقابلہ بھی نہیں ہے۔

ہندوستانی چمڑے کی درآمد بھی پچھلے سال کے ۱۵۰۰۶۳ روپیہ کے مقابلہ میں اس سال بڑھ کر ۱۸۶۷۸۱ روپیہ ہوگئی ہے، اصل میں افغانستان کو زیادہ تر چمڑا ہندوستان ہی سے مہیا ہوتا ہے۔

پچھلے سال ہندوستانی سیمنٹ کی برآمد میں اضافہ ہوا تھا، اس سال مزید اضافہ ہوا ہے، ٹریڈ ایجنٹ کا بیان ہے، کہ آئندہ افغانستان میں سیمنٹ کی کھپت اور زیادہ ہو سکیگی۔

تانبے پیتل کے برتن، چاقو، چھری، اور دوسرے آہنی اور فولادی سامان کی ہندوستان سے درآمد سال گذشتہ کے ۱۷۰۸۴ روپیہ کے مقابلہ میں اس سال بڑھ کر ۱۹۱۰۳۶ روپیہ ہوگئی ہے، خیال ہے، کہ یہ اضافہ جنگی حالات کی بنا پر ہوا ہے۔

ہندوستان سے افغانستان کاغذ کی درآمد بہت بڑھ گئی ہے، چنانچہ سال گذشتہ ۳۹۲۶۸ روپیہ کی درآمد ہوئی تھی، مگر اس سال ۱۲۹۶۵۵ روپیہ کی درآمد ہوئی، جنگ چھڑ جانیکی وجہ سے دوسرے بیرونی ممالک سے کاغذ کی درآمد قریب قریب بند ہوگئی ہے، اس لئے یہ چیز زیادہ تر ہندوستان ہی سے افغانستان میں جاتی ہے۔

افغانستان نے ہندوستانی چائے بھی اب کے نسبتاً زیادہ خریدی، ٹریڈ ایجنٹ کا بیان ہے، کہ یہی نہیں کہ ہندوستان کی سیاہ چائے کی برآمد بڑھ گئی ہے، بلکہ سبز چائے مہیا کرنے میں بھی ہندوستان نے اپنے دو حریفوں چین اور جاپان کی تجارت کا کافی حصہ بٹا لیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۰) :- ہر گام مزن ہیں، سب انہیں قوانین کے تابع ہیں، اور ذہنی اصولوں اور قاعدوں پر عمل پیرا ہیں، جس قوم کے پاس یہ باتیں ہیں اُسکے افراد کا نعرہ ہیں جنکی آواز ہے، نہ طاقت، نہ خواہش وجد ہے نہ ضمیر جس طاقتور نے بھی پنجے پر زور سے ہاتھ دھرا، اُس کے ہو گئے، جتنے آرگانی یا ایڈوی، اُسکے لئے دوڑنے لگے، اور جس نے منہ میں لگام دیدی اُس کے قابو آگئے، اب چاہے اُس قوم کا نام پشتون ہے یا اور کچھ!

پس آپ بھی اپنی قوم کا اس صورت سے جائزہ لیکر دیکھئے کہ وہ ان دونوں شعبوں میں سے کن کن باتوں کی محتاج اور طلبگار رہے، اور آپ ضرورت وقت کی اقتضا کے مطابق اُس کی کہاں تک مدد کر سکتے ہیں ٭ ٭ ٭

صوبہ ملابار میں اسلام کیسے پھیلا اور قوم موپلا کیسے آباد ہوئے؟

(از جناب سردار علی احمد خان صاحب، گورنمنٹ سیکریٹریٹ، لکھنؤ)

ہندوستان کے جنوبی حصہ ملک کو ملابار کہتے ہیں، وہ موپلا لوگوں کی آبادی ہے، جو کہ عربی النسل باشندے ہیں، انہوں اسلام سے پہلے اور بعد یہود و نصاریٰ کے گروہ بغرض تجارت سمندر کے ذریعے سے اس ملک میں آتے جاتے تھے، انہوں نے ملابار کے شہروں میں سکونت اختیار کر کے کوٹھیاں اور دوکانیں طیار کیں، سنہ ۹ ہجری کے قریب ایک جماعت اہل اسلام عرب وعجم کے لباس فقر اور درویشی میں بنا در عرب سے کشتی پر سوار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کے لئے سراندیپ کی طرف جس کو لنکا کہتے ہیں، متوجہ ہوئی۔

اتفاق سے وہ کشتی ہوائے مخالف سے ملابار کی طرف جا پڑی، اہل کشتی شہر گدنگلور میں وارد ہوئے، وہاں کا حاکم سامری تھا، جو زیور عقل و دانش سے آراستہ اور اخلاق ستودہ سے پیراستہ تھا، اُن کی صحبت سے مشرف ہوا، اور دوران گفتگو میں اُن کے مذہب وملت کے متعلق سوال کیا، جماعت نے جواب دیا، کہ ہم لوگ اہل اسلام ہیں اور ہمارے برگزیدہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سامری نے کہا کہ میں نے گروہ یہود و نصاریٰ اور ہنود سے جو تمہارے دین کے مخالف ہیں سُنا ہے، کہ یہ دین ہلاد عرب وعجم و ترک میں مروج ہے، لیکن مجھ کو مسلمانوں کی صحبت میسر نہ ہوئی، اب امیدوار ہوں، کہ آپ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات بیان فرمائیں، ایک اُن فقرا میں سے جو علم وصلاح کی صفت سے موصوف تھا، اس قدر حالات اور معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے، کہ سامری کے دل میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جوش زن ہوئی، اور جب اُس نے معجزہ شق القمر سُنا، بولا، کہ اہل اسلام یہ معجزہ بہت قوی ہے، اگر حق وصدق ہے، اور سحر نہ تھا، تو جمیع بلاد قریب و بعید کے آدمیوں نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا ہوگا، ہمارے ملک کا یہ دستور رہے، کہ جس وقت کوئی قضیہ بزرگ واقع ہوتا ہے، ارباب قلم اُسے دفتروں میں قلم بند کرتے ہیں، میرے باپ دادا کا دفتر موجود ہے، اُسے دیکھ کر تمہارے بیان کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اہل دفتر کو بلا کر حکم دیا، کہ اُس زمانہ کے کاغذات کھول کر شق القمر کے حالات دیکھو، جب دیکھا گیا لکھا تھا، کہ فلاں تاریخ میں دیکھا گیا، کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر

بل گیا، یہ سنتے ہی حقیقت دین اسلام کی سامری پر ظاہر ہوئی، اور نور ایمان اُس کی پیشانی پر چمکا، اور صدق دل سے کلمہ طیبہ شہادت "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر باعتقاد تمام اسلام لایا، چونکہ اپنی قوم کے سر برآوردہ لوگوں سے ڈرتا تھا، اس کو مخفی رکھا، اور مسلمانوں کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت کر دی، مسلمانوں سے بانعام و احسان فراوان پیش آیا، اور اُن سے کہا کہ آپ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کے قدم گاہ کی زیارت کر کے پھر اس طرف آئیگا۔ فقراء رخصت ہو کر براہ دیپ کیطرف روانہ ہوئے اور عرصہ قلیل میں بندرہ گدنکلور میں معاودت کی

سامری اُن سے آنے سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوا، لوازم تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، اور عازم سفر مکہ و مدینہ ہوا، لیکن چونکہ علانیہ حج کا اظہار نہ کر سکتا تھا، لہٰذا یہ تدبیر عمل میں لایا، کہ مسلمانوں کو زر و مال فراواں دیکر یہ کہا، کہ تم اپنے جہاز کے انتظام میں کوشش کرو، اور بعدہٗ کھانے پینے کی چیزیں کثرت سے اسپر بار کر کے جمیع لوازم سفر مہندر کا اہتمام کرو، جب یہ سامان درست ہو چکا اُس وقت ارکان دولت و سرداران قبیلہ کو اپنے پاس بلا کر یہ بات کہی، کہ مجھے عبادت الٰہی کا شوق غالب ہوا ہے چاہتا ہوں، کہ خلائق کی صحبت سے چند روز خلوت میں بیٹھ کر اپنے خالق کی یاد میں بسر کروں، اور اس زمانہ میں تم میری ملاقات سے پرہیز کرنا، ایک دستور العمل اپنے ہاتھ سے لکھ کر تمہیں سپرد کرتا ہوں، تم جمیع مہمات شاہی کو موافق اسکے انجام دینا، میرے محتاج نہ رہنا،

القصہ بعد گفتگو کے راز سمجھوں نے عہد و پیمان کر کے یہ اقرار کیا، کہ ہم آپ کے فرمان سے تجاوز نہ کرینگے، پھر سامری نے بخط ملاباری ایک دستور العمل لکھ کر جمیع اضلاع ملابار کے امراء و معتمدین پر نقول اُس کی تقسیم کیں، اور یہ فرمایا، کہ اس دستور پر نسلاً بعد نسلاً کاربند ہونا، غرض سامری نے بعد فراغ وصیت لوگوں سے یہ بات کہی، کہ میں فلاں مقام میں عبادت کیواسطے قیام کرتا ہوں، لازم کہ ایک ہفتہ تک کوئی شخص میرے پاس نہ آوے، شب کیوقت مسلمانوں کے ہمراہ کہ سہ گردہ اُن کا مالک بن حبیب تھا، سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا، باشندگان ملابار بعد ایک ہفتہ کے خانۂ معہود میں آئے، جب سامری کو نہ دیکھا، سب متفق ہو کر بولے کہ سامری نے آسمان پر عروج کیا ہے، اور پھر نزول کریگا، اس سبب سے ملابار والے ایک شب کو جس رات وہ غائب ہوا تھا، سامری کے مطبع طبیعت میں جشن کرتے ہیں، اور ایک ظرف میں پانی اور ایک جوڑی کھڑاؤں کی وہاں رکھتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے اترے، اُس کے واسطے پانی اور کھڑاؤں کی جوڑی تیار ہے،

سامری جب سمندری سفر کرتا ہوا، بندر قندریہ میں پہنچا، ایک شبانہ روز وہاں قیام کیا، اس کے بعد مسافت طے کر کے بندر شجر میں پہنچا، ناگاہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہوا، اس وقت مالک بن حبیب اور تمام رفقائے جہاز کو حاضر کر کے فرمایا، کہ میری نیت یہ ہے، کہ دین اسلام ملابار میں پھیلے، شرط حفاظت اور مروت اس امر کی مقتضی ہے، کہ جمعیت اسلام منظور اور ملحوظ رکھ کر سفر دریا کی مشقت اپنے اوپر گوارا کرو، تم اور باقی مسلمان برہم تجارت ملابار جاؤ، اور کسی قدیر سے اس ملک میں مکان رہنے کو تیار کرو، اس کے بعد آہستہ آہستہ وہاں کے باشندے دین اسلام قبول کریں گے، انہوں نے سامری کو دعائے خیر دیکر یہ بات کہی، کہ ہم آپ کے بغیر اس ملک میں نہ جا سکیں گے، کیونکہ اسلئے کہ ملاباری و یہود و نصاریٰ ہمارے دین کے دشمن ہیں، اور نہایت عداوت رکھتے ہیں، کسی طور ہمارے آنے کے روادار نہ ہونگے، کہ ہم اس ولایت میں قدم رکھیں، اور وہ باش اختیار کرنا تو امر محال ہے، سامری نے تھوڑا غور کیا، اور ایک فرمان اپنے ہاتھ سے امراؤ اقربا کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ نوشتہ ہے، سامری کی طرف سے، کہ جس نے معبود حقیقی کے حکم سے تمہاری جدائی اختیار کی، لیکن عنقریب تمہیں میری ملاقات خوب ترین وجہ سے نصیب ہوگی، اس وقت میں مالک بن حبیب اور ایک گروہ خدا پرستوں سے فلاں، فلاں آدمی کے سلیم النفس و نیک اعتقاد ہیں، برہم سیر و تجارت ملابار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تم ان سے تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آؤ، اور شرائط مہمانداری بجا لاکر بعد امور میں اُن سے اعانت و امداد طلب کرو، کہ سعادت دارین اسی میں ہے، غرض سامری نے فرمان مسلمان کے سپرد کر کے کہا، کہ میرے مرنے اور جہاز کے سوار ہونے کی خبر تمام آدمیوں سے پوشیدہ رکھنا، اور یہ فرمان حاکم گدنکلور کے پاس لے جانا کہ وہ تم سے حسب دلخواہ تمہارے سلوک کرے گا، پھر سامری سے اپنا ساز و سامان جو کچھ اُس کے پاس تھا، مسلمانوں کو تقسیم کر دیا، اور اُسی دن جوار رحمت الٰہی میں واصل ہو کر بندر شجر میں مدفون ہوا۔

لیکن صحیح روایت یہ ہے، کہ سامری نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے ملک میں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا، اور اس امر کی تحقیق کے واسطے آدمی معتمد اطراف واکناف میں بھیجے، جب اُس کو معلوم ہوا، کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کر کے معجزہ شق القمر کیا ہے، اُسیوقت سامری جہاز پر سوار ہو کر حجاز کی طرف گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت سے مشرف ہو کر مسلمان ہوا، خانہ کعبہ کی زیارت سے بھی اُسے خدا نے مشرف فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت معاودت وطن حاصل کر کے جب مع ایک جماعت اہل اسلام شہر نلفار میں پہنچا، مرض مہلک میں گرفتار ہو کر فوت ہوا، قبر اُس کی اس شہر میں ہے، اور لوگ اُس کی زیارت کو جاتے ہیں،

غرض اہل اسلام نے جو سامری کے ساتھ تھے، نوشتہ سامری کا حاکم گدنکلور کو دیا، جب اُس نے خط سامری کا پہچانا، خوش ہو کر پوچھا، سامری کہاں ہے، اور کس واسطے تمہارے ہمراہ یہاں سے گیا؟ اہل اسلام نے جواب دیا، کہ سامری نے ہمارے ساتھ سفر نہیں کیا، اور ہم اس ماجرے سے واقف نہیں ہیں، جس وقت کہ ہم بندر شجر کیلئے جہاز پر سوار ہوتے تھے،

اُسے دیکھا تھا، اور جب ہم نے اس سے ترکِ وطن کا سبب پوچھا تو اس نے ہمیں کچھ جواب نہیں دیا، جب اُس کو معلوم ہوا کہ ہم ملابار جانا چاہتے ہیں، یہ چند کلمے ہمیں لکھ دیے، کہ تم حاکم گدنکلو کو پہنچانا ہم بلا توقف اس طرف روانہ ہوئے، پھر ہمیں خبر نہیں، کہ وہ کہاں گیا، ملابار یوں کا عقیدہ تھا، کہ سامری زندہ ہے، اور آسمان پر عروج کر گیا ہے، سمجھے کہ وہ کسی مہم کیواسطے آسمان سے بندر شجر میں نازل ہوا، اور یہ نوشتہ اس جماعت کے ہاتھ ہمارے پاس بھیجکر پھر آسمان پر چلا گیا۔

جب یہ فرمان ملاباریوں کے ہاتھ میں آیا، تو بلدہ گدنکلور اور تمام ملابار میں لوگوں نے خوشی کی رسمیں منائیں، حاکم بلدہ نے بھائیوں کو مکان عالیشان میں اُتارا، اور اُن کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، بعد فراغ لوازم ضیافت اہل اسلام کے مقاصد و مطالب دریافت کر کے تمام ملابار کے حکام و باشندوں کو نامے لکھے، کہ مالک بن حبیب اور اس کے رفقا کو اس ملک کی فضا اور ہوا خوش آئی، اسلئے یہ لوگ یہاں آئے ہیں، جس شہر و قصبہ میں چاہیں اور رغبت نو طن ظاہر کریں، مقام خوب اور مرغوب مساجد و مکانات دیا غات کے لئے سامری کے فرمان کے مطابق اُن کو دو، اور ان لوگوں کی خدمت بجا لاؤ، سامری کے لطف عمیم کے منتظر اور متوقع رہو، اس طرح یہ قوم مہلا ملابار میں آباد ہو گئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۵) ۔ قوم جدون کا شجرہ اس طرح ہے۔ شیخ اشرف کاکڑ عرف گدانے رح بن شیخ حمزہ کاکڑ رحمۃ اللہ علیہ بن ملک آدم کاکڑ رحمۃ اللہ علیہ بن نصوح بن طے بن حسین بن الیاس بن ابوبکر بن جد عام بن شیخ قعقاع رحمۃ اللہ علیہ بن وانی بن شیخ غورگشت رحمۃ اللہ علیہ۔

مشوانی سید احمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے کوہ سلیمان کے دامن میں قیام پکڑا، اسی زمانہ میں سلطان صاحب قران امیر تیمور کا حملہ افغانستان پر ہوا، اس طرف کے دامانی افغانوں نے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے التجا کی، کہ آپ دعا فرمادیں، خدا تم ہمیں تیموری شر سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ آپنے دعا فرمائی، کوہ سلیمان آپ طوفان سے مامون رہا، آپ کی مجذوبانہ حالت کو دیکھ کر دامانی افغانوں (تینوں قبائل، کاکڑ، کرڑان، شیرانی) نے ایک ایک کنواری لڑکی سید صاحب کو دینی تجویز کی، تاکہ سید صاحب اس علاقہ میں قیام پذیر ہو جائیں، چنانچہ ایک دوشیزہ بی بی منورہ بنت ملک سیف اللہ بن عثمان بن واقف بن ارزند بن داؤد بن غزے بن جد عام بن شیخ قعقاع رح بن وانی بن غورگشت رح بن قیس عبدالرشید رح بھی آپ کی نذر ہوئی جب بی بی موصوفہ بعد ایام حمل بیٹا جنی ملاہیہ سید صاحب کو خبر کرنے آئی، آپ دوات سامنے رکھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، جونہی ملازمہ نے خبر دی، آپنے فرمایا۔ "دمشوانی دے"۔ (یہ دوات ہے) بس نومولود کا نام مشوانی (دوات) رکھا گیا۔ جب سید صاحب عازم ہند ہو گئے۔ تو بی بی منورہ اپنے بچہ سمیت اپنے قبیلہ کاکڑ میں قیام پذیر ہو گئی، اور اولاد مشوانی جو پدری نسب سے سید تھے، مادری نسب کا لحاظ کر کے کاکڑ کہلائے۔

اوستانی بی بی زرینہ بنت ملک حیات بن ملک کاتے بن ملک اکبر بن ارسلان بن راجے بن شہیر بن جیم بن عمر بن دوم بن چار بن شرانی بن شرف الدین عرف شرخبون بن

(بقیہ صفحہ ۱۵)

وجہ تسمیہ بعض قبائل افاغنہ

گذشتہ سے پیوستہ

(میر افضل خان جدون نظامی)

سڑبنی۔

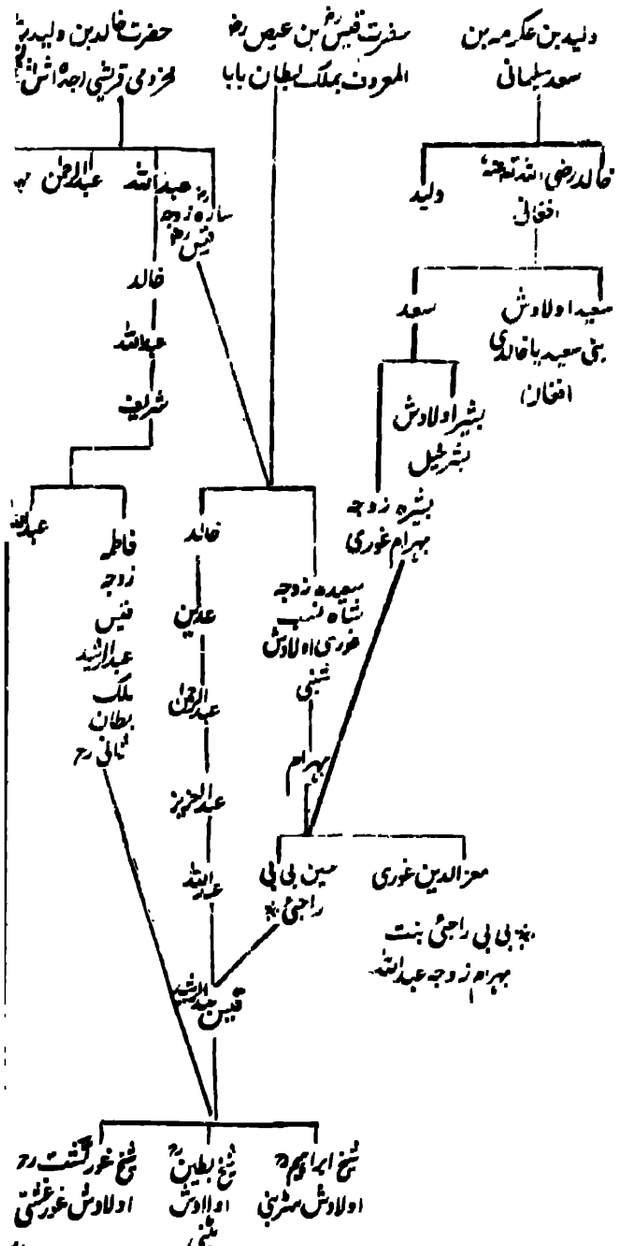
ولید بن عکرمہ بن سعد سلیمانی
سفرت قیس رض بن عیص رض المعروف بملک بطان بابا
حضرت خالد بن ولید رض مخزومی قرشی رجہ اش
خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولید افغانی
سعید اولاد اش بنی سعید یا خالدی افغان
سعد
بشیر اولاد اش بشر خیل
بشیرہ زوجہ بہرام غوری
سعیدہ زوجہ شاہ نسب غوری اولاد اش شنبی
خالد
عدین
عبدالرحمن
عبداللہ
شریف
فاطمہ زوجہ قیس عبدالرشید ملک بطان ثانی رح
بہرام
عبدالعزیز
عبداللہ
معزالدین غوری
حسین بی بی راجی
بی بی راجی بنت بہرام زوجہ عبداللہ
قیس عبدالرشید
شیخ ابراہیم رح اولاد اش سڑبنی
شیخ بطین رح اولاد اش بنی
شیخ غورگشت رح اولاد اش غورگشتی

ابن قیس عبدالرشید رح حد سے زیادہ ریاضت کے باعث اکثر اوقات طبع رہا کرتے تھے۔ اور دنیوی کاموں سے ان کی چنداں رغبت تھی، ایک دن حضرت میں عبدالرشید ملک بطان ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے بحالت غصہ نکلا، "تہ ابراھیم یہ سیا سڑہ بن"۔ (تو ابراہیم ہے یا سست مزاج)۔ بس اُسی دن سے سڑہ بن کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی اولاد سڑہ بن کہلائی، تمام افغانوں میں یہ قوم خوب پھلی پھولی، اُن کے ایک عائلہ کرڑان نے بنگال پر حکومت کی۔ اور ابھالی یا درانی آجتک افغانستان کے حاکم چلے آتے ہیں، ان کا ابتدائی وطن قندھار ہے۔ وہاں سے اول ولہ زاک نکلکر آگے بڑھے۔ صوابیوں سے ابتدائی علاقہ چھین لیا۔ درہ خیبر میں قلعہ جات تعمیر کئے، پھر اُن کی تقلید میں دوسرے

کرلان قبائل بھی اس طرف آگئے۔ مرزا انع بیگ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں یوسف زئیوں کو قلعہ ہار سے بیدخل کیا، یہ بھی متعدد مرتبہ قبائل کی معیت میں اس طرف آئے، دلہ زاکوں اور صوابیوں سے موجودہ تمام مقبوضہ یوسف زئی علاقہ ضلع پشاور و ضلع مردان حدود و علاقہ ممہ اپنے قبضہ میں کرلیا۔

شرخبوں شرف الدین بن سترہ بن قیس عبدالرشید کے نام کا صحیح تلفظ افغان ادا نہ کرسکتے تھے، اور شرف الدین کی جگہ شرخ دین کہتے تھے، دور زمانہ نے شرخ دین شرخبون بنا دیا، یاد رہے کہ پشتو میں ش۔ خ۔ ف کا باہمی تبادلہ جائز ہے، جیسے پشتون، یختون، پفتون، سٹ بنوں کا یہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔

خرشبون خیرالدین بن سترہ بن قیس عبدالرشید کے نام کو بھی افغانی طلقوم نے بگاڑ کر خرشبون بنا دیا ہے، اور اسی نام سے آپ کے قبیلہ نے شہرت پائی۔

اورمڑ عمرالدین بن امیہ الدین بن شرف الدین عرف شرخبون بن ابراہیم سترہ بن قیس عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ جب پیدا ہوئے، تو اس کی پیدائش کے وقت چولہے کی آگ ایسی بجھی کہ بڑی مشکل سے شعلہ روشن ہوئی، دائی نے ہنس کر کہا، دیکھ اورمڑ دی۔ (یہ بچہ تو آگ بجھانیوالا ہے) اگرچہ آپ کا نام عمرالدین تھا، مگر اسی عرفی نام سے آپنے عوام میں شہرت پائی، اور اسی نام سے آپ کی اولاد مشہور ہوئی، ان کا ایک قبیلہ کرڑان بہت پھیلا سخت مزاج اور لڑاکا گروہ ہے، ان کے بغیر باقی اورمڑ عموماً حلیم الطبع نرم مزاج لوگ ہیں۔

کرڑان عبداللہ اورمڑ جس کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ لی کی باعث مفلوک الحال تھا، اس کا نواسہ بچہ احمد کران حاصل کیا اور اسے اپنی لڑائی میں بھاگ کر اپنے گھر لایا، بیوی نے کہا "دکرمڑ بچہ خرلجکی"۔ (یہ آپنی کرڑائی کیا مول رکھتی ہے)، بس اسی دن سے احمد کران کرڑان کے نام سے مشہور ہوا، اور اس کا قبیلہ کرڑان سے کرڑان یا کرلان مشہور ہوگیا۔

خٹک برہان بن قعقاع بن احمد کران کے چار بیٹے لقمان، عثمان، اتمان اور زاہد دوران شکار کو گئے، تمام دن تلاش شکار میں گذرا۔ مگر کچھ ہتے نہ چڑھا۔ آخر جب ہار کر بیٹھے تو دور سے انہیں چار لڑکیاں نظر آئیں، جنہوں نے لنگوار پہنے کے پٹے پہنے ہوئے تھے، چاروں بھائیوں نے کہا، کہ یہ لڑکیاں مرغوب ہے ابتدا قرعہ اندازی انہیں تقسیم کرلینا چاہیئے، مگر لقمان نے کہا، کہ چونکہ میں بڑا ہوں، اس لئے مجھے قرعہ اندازی سے مستثنےٰ کردینا چاہیئے، انہوں نے قبول کرکے کہا، کہ بہتر ہے، مگر آپ یہاں سے ہی ایک کو اپنے لئے مخصوص کرلیں، چنانچہ لقمان نے ایک خوش پوش کو اپنے لئے نامزد کرلیا، چنانچہ وہ لڑکی سیاہ فام نکلی۔ سب بھائیوں نے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا "لقمان پخپ لار" (لقمان کیچڑ میں دھنس گیا، یعنی ناکام ہوگیا)۔ بس اسی دن سے لقمان خٹک کے نام سے شہرت یاب ہوا اور اسی نام سے اس کی اولاد شہرت پذیر ہوئی، ملک اکبر عرف ککو خٹک اس قوم سے واحد شخص ہوا ہے، جس کی ہمت نے اس قوم کو روشناس ریاست کیا، اسی کی اولاد سے مشہور افغان فلاسفر خوشحال [illegible] ہوا، جس نے قومی شاعری کی بنا رکھی تھی۔

افریدی لقمان عرف خٹک کے دوسرے بھائی عثمان کی ڈیوڑھی میں ایک رات بھائیوں کی بھیڑ لگی، رات کا وقت اور سردی کا موسم تھا، عثمان کسی ضرورت کیلئے گھر گیا، واپسی پر دیکھا کہ انگیٹھی دھڑا دھڑ جل رہی ہے، اور مہمان چاروں طرف بیٹھے ہوئے تاپ رہے ہیں، اور خوش گپیوں میں مشغول ہیں، چونکہ اس کے لئے جگہ نہ تھی، اس نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا، سامنے میں کھڑا ہوکر اپنے مہمانوں کی گپوں کے باعث مسکرا رہا تھا، اتنے میں کسی کی نگاہ پڑگئی، اور اس نے کہا۔ "دخوک وے"۔ (یہ کون ہے)۔ عثمان نے ہنس کر کہا، "دھم آفریدہ دخدائی دے"۔ (یہ بھی خدا کی مخلوق ہے)۔ سب پہچان کر ہنس پڑے، بس اسی دن سے آپ کا نام افریدہ پڑگیا۔ اور آپ کی اولاد افریدی کہلائی، ضلع پشاور کے جنوب مغربی کونے کی طرف یہ لوگ آباد ہیں۔ بہادر و کم آزار ہیں۔

جدران عثمان وغیرہ کا ایک بھائی زاہد دوران تھا، اس کی اولاد باپ کے نام پر زاہد دوران کہلائی۔ مگر کثرت استعمال سے زاہد دوران سے جدران بنگیا۔ اور آجکل یہ قوم اسی نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کا وطن ملک خوست کے مغرب کی طرف سرحد اور شاداب پہاڑ ہیں۔

بڑیچ شرف الدین عرف شرخبون بن سترہ نے اہل ہندسے جہاد کافی جہاد کئے۔ مال غنیمت میں بڑیچ نسل کی ایک ہندو راجپوت دوشیزہ اُن کو ملی۔ جس کے بطن سے اُن کا پانچواں بیٹا ملک یونس پیدا ہوا، جو اپنے بھائیوں میں ماں کی نسبت سے بڑیچ مشہور تھا، اور اس کی اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی، یہ لوگ ملک اشود کے باشندہ ہیں۔

منگل کوڈے بن احمد کران کو بھی ہندوستان پر جہاد کرنے اور دین اسلام کی اشاعت کا شوق تھا، چنانچہ ایک ہندو راجپوت منگل قوم کی ایک ناکتخدا لڑکی آپ کے زور بازو اور جوانمردی کو دیکھ کر فریفتہ ہوگئی۔ اور اس نے اسلام کے ساتھ ہی آپکی زوجیت کا فخر بھی حاصل کیا۔ اس بیوی سے ایک فرزند ملک یوسف نامی تولد ہوا۔ جو ماں سے منسوب ہوکر منگل کہلایا۔ اور اسی نام سے اس کی اولاد نے شہرت حاصل کی۔ خوست و کرم کے مغربی طرف یہ قوم آباد و گذارہ گیر ہے۔

کانسی خیرالدین عرف خرشبون بن ابراہیم سترہ بن رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان پر جہاد کئے۔ ایک کانسی نسل ہندو عورت دوران جہاد میں اپنے قبضہ میں کی۔ جس کے بطن سے ایک لڑکا ملک ولی نام پیدا ہوا، جو ماں سے منسوب ہوکر عوام میں کانسی کے نام سے مشہور تھا، اس لئے اس کی اولاد بھی اسی نام سے راخوروو مشہور ہوئی۔ ان کا ایک شگوفہ شنواری (اولاد ملک لیمین والی سے بگڑا کر شنواری کے نام سے مشہور ہوئی)۔ ننگرہار میں آباد ہے، باقی قوم متفرق خانہ بدوش ہے۔

دُرّانی غازی احمد شاہ ابدالی رحمۃ اللہ علیہ جب تخت نشین افغانستان ہوا۔ تو صابر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجذوب نے آپ کو احمد شاہ دُرّ دُوران سے نام سے پکارا۔ آپ کو مجذوب ممدوح سے خاص اعتقاد تھا۔ اسلئے آپنے اس نام کو پسند کیا۔ مگر دوران (زمانہ) کی جگہ لفظ دُرّان (جمع دُرّ بہ معنی موتی) لگا کر اپنے لئے احمد شاہ دُرّ دُرّان لقب اختیار کیا۔ اور اپنی تمام قوم ابدالی

کو ڈرانی کہنا شروع کیا۔ ابدالی کا شجرہ نسب اس طرح ہے ۔
ابدال بن ترین (طاہر بن) بن شرف الدین عرف شرخون بن شیخ ابراہیم سرہ بن رحمۃ اللہ علیہ۔

بٹنی شیخ بطین رحمۃ اللہ علیہ بن قیس عبدالرشید رح کی اولاد بطینی کہلائی۔ بکثرت استعمال سے بٹنی بن گئی ہیں اس قوم کے شگوفہ متی کے عالم غلزئی و لودہی نے ایران اور ہندوستان پر اپنی حکومت کا سکہ بٹھایا اور اسلامی سلاطین کی فہرست میں قابل قدر اضافہ کیا۔

غلزی اس قوم کے نام عرف عام میں مختلف ہیں یعنی غلزئی۔ غلجئی۔ غلجی۔ خلجی۔ چنانچہ بعض لوگ غلطی سے اسی قوم کو خلجی بھی سمجھ لیتے ہیں۔ مگر یہ افغانی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ شاہ حسین سنبی جو کہ غور کا ایک شہزادہ تھا، حکومتی افراتفری کے باعث شیخ بطین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ شیخ نے اس کی اپنے بیٹوں کے برابر پرورش کی۔ اور اپنی دختر بلند اختر بی بی متو کی شادی بھی اس سے کر دی۔ مگر اس سے شاہ حسین کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آخر اس نے بی بی بی بی بنت کاغ سے نکاح ثانی کیا، جس کے بطن سے ایک لڑکا شہزادہ نام پیدا ہوا۔

شیخ بطین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ کسی سائلہ کیلئے اولاد ہونے کا تعویذ لکھا، اور اپنے تکیہ کے نیچے چھوڑا۔ بی بی متو نے اسے چرا کر خود استعمال کیا۔ قدرت خداوندی سے حاملہ ہو گئی۔ اور بیٹا جنی۔ بیٹے کا نام غلزئی یعنی پیدائش دزدی رکھا گیا۔ اس کی اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی۔ اس قوم نے قندہار سے بڑھ کر ایران کو فتح کر کے ایران پر افغانی شہنشاہیت کا نقارہ بجایا تھا۔ آج کل بھی اس قوم کے قابل فخر افراد ریاست بھوپال میں سربرآوردہ حکومت ہیں۔

لودی شیخ بطین رحمۃ اللہ علیہ مع عیال سفر سے جب واپس اپنے وطن مالوف ہوئے۔ تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ چولہے میں اب تک آگ محفوظ ہے، جا اور کھانا تیار کر کے میری اولاد میں سے کسی صالح و طالع ہونہار فرد کو کھانا دیکر میرے پاس بھیج۔ چنانچہ اس سعیدہ نے کباب تیار کر کے اپنے پیارے نواسے ابراہیم بن بی بی متو (جو غلزئی کے چھوٹے بھائی تھے) کے سپرد کر کے کہا، جا بیٹا آج کامیابی کا دن ہے، نانا صاحب کو کھانا کھلا، شیخ نے کھانا کھا کر فرمایا، "خدایا ابراھیم رتہ لوئی کڑہ دلوئی دے"۔ (خدایا ابراہیم کو بڑا کر۔ یہ بڑا ہے)، پھر اپنی تمام اولاد سے اس کی دستار بندی کرائی۔ بس اسی دن سے ابراھیم لوئی دی۔ (ابراہیم بزرگ ہے)۔ کے نام سے معروف ہوئے۔ اور کثرت استعمال سے لودی بن گیا۔ اور اسی عرفی نام سے آپ کی اولاد نے تعریف حاصل کی۔

غورغشی غورگشت رحمۃ اللہ علیہ بن قیس عبدالرشید رح کی اولاد غورغشتی سے بگڑ کر غورغشی اور غرغشی کے نام سے راغور زمانہ ہوئی ہے۔

کاکڑ شیخ قعقاع رحمۃ اللہ علیہ بن وانی بن شیخ غورگشت رح صوفی و مرتاض بزرگ گذرے ہیں، آپ کا اولین مزار غور میں تھا۔ جب سلطان غیاث الدین سنبی نے جامع ہرات کی بنا رکھی تو مسجد کسی طرح قیام نہ پکڑتی، اگر ایک طرف سے تعمیر مکمل ہوتی، تو مسجد دوسری طرف سے گر جاتی، اور بنیاد، وقت میں سے ایک نے سلطان سے کہا کہ آپ حضرت قعقاع رح کی لاش مبارک کو ہمارے غور سے یہاں لاکر دفن فرمائیں، تو مسجد قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کا تابوت لاکر مسجد کے پہلے دروازے کے متصل جائے مزار بنائی گئی، اور تابوت مقدس دفنایا گیا۔ بس مسجد قائم ہو گئی، یہ مزار عرف عام میں مزار نیکہ قعقاع رحمۃ اللہ علیہ (دادا قعقاع رح) کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ کی اولاد قعقاع کور (عائلہ قعقاع) کے نام سے مشہور ہوئی اور قعقاع کور کثرت استعمال سے کاکڑ بن گیا۔ اس کی ایک شاخ موسومہ فولادی کے گجرات میں، تغلق شے دہلی میں، بہمنی نے دکن میں قابل رشک حکومت کی۔ نیز ان میں صوفیا اور اولیاء بھی کثرت سے ہوئے۔ چھبیس ۲۶ قبائل کاکڑ مشہور ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے صرف آٹھ بیٹے تھے، باقی غیر افغان یا غیر قیسی افغان اقوام ہیں، جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی مساعی و تبلیغ لائیں۔ اور کاکڑ ہی کہلائیں۔ ساکس قوم ساکسوان کے نام سے کاکڑوں میں مدغم ہیں۔ دھنک خیل خیال و افکار کے بالکل ہندو یا آتش پرست ہیں۔ اس قوم کے افراد کم آزار اور خوش خلق لوگ ہیں۔

گدون ملک آدم کاکڑ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سکندر لودھی کے دربار میں باعزت درباری اور صوفیاء روزگار میں سے تھے۔ جن کے ایک فرزند شیخ حمزہ کاکڑ مجذوب رح تھے دونوں باپ بیٹوں کے مزار لکھنؤ میں ہیں) شیخ حمزہ رح نے اپنے اکلوتے بیٹے شیخ اشرف کاکڑ رح کو روحانی تربیت کے لئے اپنے خلیفہ شیخ احمد لودھی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کیا۔ شیخ لودھی رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر کے لئے (جو کہ لکھنؤ سے دو منزل دور تھا) چندہ فراہمی کی خدمت اُن کے سپرد کی۔ اس چندہ فراہمی کے باعث افغان مذاقاً شیخ اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو گدا نے یعنی گدا کر کہنے لگے۔ چنانچہ یہ نام آپ کو اتنا پسند آیا کہ آپ نے اشرف گدا نے کا لقب اختیار کر لیا اور آخر اسی عرفی نام سے آپ مشہور ہوئے۔ اسی نام سے آپ کی اولاد پکاری گئی۔ کثرت استعمال سے گدا نے سے گدون بن گیا۔ اب گدون اور جدون دونوں ناموں سے یہ لوگ پکارے جاتے ہیں۔ انکی آبادی آناد سرحد میں کوہ مہابن کے دامن میں اور ضلع مردان میں، علاقہ پاجینی اور ضلع ہزارہ میں، علاقہ رش اور ضلع گرنال میں اور علاقہ کنجپورہ میں ہے، دانہ دانہ کشمیر اور ضلع کیمبل پور میں بھی آباد ہیں ایک گھرانا بھیڑ ضلع امرتسر میں بھی آباد ہے۔ شہر غور غشی علاقہ چھچھ ضلع کیمبل پور شیخ اشرف گدون رحمۃ اللہ علیہ کا آباد کیا ہوا ہے، اس قوم نے علاقہ چھچھ پر چالیس سال حکومت کی۔ سلطان محمود گدون کا خیال تھا کہ تخت دہلی پھر افغانوں کو واپس دلایا جائے۔ نواب بخاہت خان جدون نے کنجپورہ میں ریاست کی بنا رکھی، نواب کنجپورہ بتیس ہزار کی جاگیر رکھتے ہیں، صاحبزادہ آفتاب احمد خان مرحوم سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (جن کی علمی خدمات ناقابل فراموش ہیں) اسی قوم کے فرد تھے، قوم گدون یا جدون چونکہ یوسف زئی قبیلہ کی حلیف ہے، اس لئے بیرونی دنیا میں یہ یوسف زئی ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس قوم کے ایک شگوفہ حدین خیل کا ایک عائلہ اپنی نومسلمہ ماں از قوم گکڑ ہندو سے منسوب ہو کر گکڑے اور ایک عائلہ اپنی نومسلمہ ماں از قوم اروڑہ ہندو کی طرف منسوب ہو کر اروڑے کہلاتے ہیں۔ (باقی برصفحہ کالم اوّل)

مجلس مشاورت
کی
روئداد
پر
ایک نظر

۲۲، ۲۳ نومبر کو لودیانہ میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی، اس مجلس کے اجلاس میں قوم نے کیا دلچسپی لی، اور کیا فیصلے کئے، وہ سب آپ اس اشاعت میں پائیں گے، الحمدللہ! کہ بالآخر ہماری اور آپ کی کوششیں ایک نتیجہ پر پہنچیں، اور مجلس مشاورت کی سطح صف میں قوم کے مقتدر اور صاحب الرائے لوگ جمع ہو گئے، اس مجلس کے نتائج و افکار آپ کے سامنے ہیں، تنہا ریزولیوشن کے پاس ہو جانے سے ہی قوم ترقی کے زینہ پر نہیں پہنچتی، ہمیں ان تجاویز پر عمل بھی کرنا ہے، اگر ہمارا عمل ان باتوں پر ہوا، تو ہم یقیناً فضل خداوندی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کرینگے۔ اور اپنے لئے ایک باعزت زندگی اس ملک میں حاصل کر سکیں گے، اور اگر ہم نے جو فیصلے کئے ہیں، ان پر ہمارا عمل نہ ہوا، اور یہ سب باتیں کاغذ پر ہی دھری کی دھری رہ گئیں، تو پھر اس مجلس کے متعلق یہ درست کہا جا سکتا ہے کہ:-

اُٹھے، بیٹھے، جمع ہوئے اور چل دئے!

اس مجلس میں حضرت مولانا میر افضل خان، جدون نظامی کی عدم شرکت سے ہمیں دلی افسوس ہے، اور ان کو بھی اس مجلس میں شریک نہ ہونے پر دلی رنج ہے، انہوں نے اپنی مجبوری بیماری کی وجہ ظاہر کی، اور اپنی جگہ ایک مضمون مجلس میں پڑھنے کے لئے بھیجدیا تھا، وہ مضمون اس اشاعت کی زینت ہے، خداوند کریم ان کو صحت عطا فرمائے۔ آمین

(خاموش)

بقیہ مضمون صفحہ ۳۰ :-

آج جبکہ آپ ایک بہت بڑی ذمہ واری اپنے سر لینے کے لئے جمع ہوئے ہیں، تو اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی ٹھوس چیز کو سرگند کئے بغیر نہ ٹلو گے، خوف ہے کہ مسلمانوں کی دیگر تحاریک کی طرح ؎

نشستند و گفتند و برخاستند

والا معاملہ نہ ہو، آج تو ہم یہ کہہ رہے ہیں ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

اور خوش ہیں، مگر کل اس کا فاتحہ پڑھنے کی نوبت نہ آجائے، آپ اپنے آرگن اتحاد افغان کو پابندار کئے بغیر افغانوں کی بدحالی و بے تعلیمی کے اسباب معلوم کر کے ان کے انسداد کے لئے کوئی سی مضبوط تجاویز اپنے ساتھ لیکر یہاں واپس ہوں،

خداوند تعالیٰ تمہیں مشکلات کے حل کی طاقت ارزانی فرمائے، اور کامیابی کا منہ دکھائے، میرا روحانی عمل آپ کے ساتھ ہے، اس دردمند کا پھر سلام قبول فرمائیے۔

خان بہادر سربلند خان صاحب، پنشنر ای، اے، سی، اپنے گرامی نامہ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں ہوشیار پور سے تحریر فرماتے ہیں:-

میری طبیعت ایک عرصہ سے علیل چلی آتی ہے، اس لئے مجھے ازحد افسوس ہے کہ میں مجلس مشاورت میں شرکت کرنے سے معذور رہوں، میں تہ دل سے اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں، "اتحاد" کی معاونت کے لئے جو رقم میرے ذمہ لگائیں گے اس کی ادائیگی میں مجھے عذر نہ ہوگا

مولانا امتیاز محمد خان صاحب وکیل، سہارنپور:-

افسوس کہ حاضری سے قاصر رہا، "اتحاد افغان" اور "انجمن افاغنہ" دونوں کے متعلق جو کچھ امور طے ہوں، تو ان کی تفصیل سے تو اطلاع انشاء اللہ تعالیٰ ضرور دی جائے گی۔ تاہم میری جانب سے یقین کر لیجئے کہ اگر کسی (Deputation) وفد وغیرہ کے سلسلہ میں میری خدمات درکار ہوں، تو میں ہر طرح اس کے لئے حاضر ہوں، بشرطیکہ اس وفد کی کارروائی عدالتوں کی تعطیلات کے زمانہ میں ہو، خدا آپ صاحبان کو آپ کے اس ارادہ میں کامیاب کرے۔

میں بار بار آپ سے اور متعلقین انجمن سے معافی مانگتا ہوں، میری غیر حاضری معاف فرمائیں۔

میرا ارادہ تار دینے کا تھا، مگر شام کو اس وقت کا تار دیا ہوا شاید جناب کو ۲۰ بجے تک نہ مل سکے، اور صبح کو تار گھر میں اتوار کی تعطیل ہے، خط انشاء اللہ صبح کو ضرور مل جائیگا

خان بہادر حبیب اللہ خان صاحب پنشنر کلکٹر

یکم نومبر ۱۹۱۴ء علی گڑھ:-

مکرمی و مخلصی سلام مسنون:-

افسوس ہے، کہ شرکت افغان کانفرنس سے معذور ہوں ۲۷ اکتوبر سے میں یہاں بغرض علاج آیا ہوں ہیں کانفرنس کی کامیابی کا دل سے متمنی ہوں، اللہ تعالیٰ ایسے اصحاب پیدا کر دے، جو اس پسماندہ قوم افغان کے فلاح کا باعث ہو سکے۔

خان بہادر نواب سعادت علی خان صاحب، رئیس لاہور:-

مجھے افسوس ہے، کہ بامر مجبوری فوراً گاؤں جانا پڑا، مجھے یقین ہے کہ آپ کی سعی بلیغ اور اثر سے کانفرنس کامیاب ہوئی ہوگی، مجھے سخت افسوس ہے، کہ اس موقعہ پر میری شرکت نہ ہو سکی، امید ہے جملہ حضرات طلبیدہ تشریف لائے ہونگے۔ اور اس مجلس میں بہت سے امورات ضروری مشورہ آپس میں فیصلہ ہوئے ہونگے، امید ہے، کہ اخبار "اتحاد افغان" سے جملہ حالات کا علم ہو جائے گا۔

مجلسِ مشاورت

مجلس مشاورت کے اجلاس کی پہلی نشست ۲ر نومبر کو ۱۰ بجے شروع ہوئی، اجتماع کا انتظام شہزادہ عالی گوہر صاحب مرحوم و مغفور کی کوٹھی واقعہ مین روڈ میں کیا گیا تھا، ہال کمرہ نہایت خوبصورت آراستہ کیا گیا تھا جس میں افغانی معاشرت کے ساتھ ساتھ سادگی بھی تھی، مجلس کا طرز نشست ایشیائی اور بیچ اسلامی تھا، قالینوں کے فرش پر سب حاضرینِ مجلس جلوہ افروز تھے، صدر مجلس کیلئے مرکزی جگہ تجویز کی گئی تھی، جماری دعوت پر جن بزرگان قوم نے پہلے دن کی نشستوں میں حصہ لیا، اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) خان مشتاق احمد خان لیہ مظفر گڑھ پنجاب، (۲)۔ خان رشید احمد خان رئیس مالیر کوٹلہ، (۳)۔ خان عبد الغفور خان صاحب، صدر ریاست رئیس مالیر کوٹلہ۔ (۴)۔ نواب زادہ حسین علی خان، رئیس اعظم مالیر کوٹلہ، (۵) شہزادہ فیروز الدین بی اے (علیگ)۔ (۶)۔ خان نفیس الدین احمد خان ایم، اے (۷)۔ خان صاحب سر بلند خان، ای، اے، سی، پنشنر رئیس ہردوخانپور۔ ہوشیارپور۔ (۸)۔ خان صاحب خان محمد زمان خان بی اے (علیگ)، ایم۔ بی۔ ای، رئیس افاغنہ گجرات، (۹)۔ صوبیدار محمد افضل خان صاحب، ایٹموٹ، (۱۰)۔ خان عبد المجید خان (امرتسر)۔ (۱۱)۔ خان مشتاق احمد خان پبلک پراسیکیوٹر (امرتسر)۔ (۱۲)۔ خان صاحب عبد الغنی خان بی اے، اکسٹرا اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت پنجاب، (۱۳)۔ عبد الحمید خان، ایم، ایس، بی، جگراؤں، یہ وہ بزرگانِ قوم ہیں جنہوں نے دور دراز کے سفر کو اختیار کرکے اپنی شرکت سے مجلس مشاورت کو زینت بخشی، ان کے علاوہ دیگر ہمدردانِ قوم مقامی اور غیر مقامی بھی شریک مجلس تھے۔

پہلی نشست ۱۰ بجے زیر صدارت خان صاحب سر بلند خان صاحب ای، اے، سی منعقد ہوئی، خان صاحب عبد الغنی خان صاحب نے تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے سورۃ فاتحہ کی تفسیر نہایت فاضلانہ انداز میں بیان فرمائی، اس کے بعد محترم صدر مجلس نے صدارتی تقریر کی، تذکرہ کے بعد نہایت موثر اور رقت انگیز الفاظ میں اپنی قوم کی زبوں حالی کا ایک دردناک نقشہ کھینچا۔ اور فرمایا کہ ایک بلند پہاڑ کی چوٹی سے ایک قوم نیچے گر گئی، اور نیچے گر کر اس قوم کے بعض لوگ تو ہلاک ہو چکے ہیں بعض زخمی ہوئے پڑے ہیں، بعض آخری سانس لے رہے ہیں، اور بعض جو بچ گئے ہیں، وہ حسرت سے اس چوٹی کو دیکھ رہے ہیں، اس پہاڑ کی چوٹی کی طرف بعض قومیں بڑھی چلی جا رہی ہیں، اور وہ ہماری اس کس مپرسی کی حالت پر خندہ زن ہیں، آپ کی تقریر موثر تھی، اور سامعین بھی آپ کی تقریر سے آبدیدہ تھے، صدر کی تقریر کے بعد شہزادہ سلطان فیروز صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا، جو کسی اور جگہ پر زینتِ اشاعت ہے، مجلس استقبالیہ کے خطبہ کے بعد خان مشتاق احمد خان صاحب افغان لیہ ضلع مظفر گڑھ نے یہ تجویز پیش کی، کہ ہر افغان کو لازم ہے کہ وہ احکام اسلام کا سختی سے پابند رہے، اور احکام آئیہ قرآن کریم اور اسوہ حسنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں زندگی بسر کرے اور اپنے اور اپنے بعد متعلقین کی اصلاح کی کوشش کرے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے خان صاحب نے ایک فاضلانہ وعظ فرمائی، آپ نے شرعی نقطہ نگاہ سے ملت افاغنہ کی تنظیم اس جداگانہ سعی کی تصدیق کی، آپ کی تقریر کیا تھی، پند و حکمت کا بے پناہ دریا تھا، جو امڈا چلا آ رہا تھا۔ . . . . . .

آپ کی تقریر کے بعد خان عبد المجید خان صاحب (بجنور) نے اپنی تقریر میں یو پی کے پٹھانوں کے حالات بیان کئے، اس تجویز کی تائید میں خان صاحب خان محمد زمان خان (گجرات) نے آیات قرآنی پیش کیں اور موثر تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر کے بعد پہلی نشست ایک بجے ختم ہوئی۔

دوسری نشست:- ۳ بجے دن شروع ہوئی، نواب زادہ حسین علی خان صاحب، رئیس اعظم مالیر کوٹلہ نے اس نشست کی صدارت کی، کارروائی شروع ہونے سے پہلے وہ خطوط مجلس میں پڑھ کر سنائے گئے جو اُن بزرگوں کی طرف سے موصول ہوئے تھے، جو مجلس میں شریک نہ ہو سکے، خواجہ محمد اکرم خان، پنشنر انسپکٹر جنرل پولیس ریاست بھوپال، نواب محمد لیاقت علی خان قصبہ جلال آباد خان حبیب اللہ خان (علی گڑھ) اور خان محمد زمان خان نمبردار لائلپور خان بہادر خان محمد امان خان ایم، بی، ای (اکوڑہ)، خلاصہ میر افضل خان جدون نظامی (ہزارہ)، سردار علی احمد خان صاحب (لکھنؤ)، اس نشست میں سب سے پہلی تجویز سردار محمد یعقوب خان، بی، اے، ایل، ایل بی رکن (انجمن افغان) نے پیش کی، آپ کی تجویز شرکت افاغنہ کے قیام کے متعلق ایک نہایت ضروری اقتصادی تحریک تھی، آپنے اقتصادی فلاح و بہبود کیلئے اقتصادی تحریک پیش کی تھی، اس تقریر کی وضاحت آپنے نہایت موزوں الفاظ میں کی، آپ کی تائید خان نفیس الدین احمد خان ایم، اے، ایل، ایل، بی نے کی، سردار صاحب کی تقریر کے بعد آغا غضنفر علی خان پلیڈر، مدیر اتحاد افغان نے موجودہ جنگ میں حکومت برطانیہ کی امداد کا ریزولیوشن پیش کیا، اس ریزولیوشن کی تائید کپتان محمد اکرم خان صاحب، سابق آنریری مجسٹریٹ لودیانہ نے کی، آغا ضیغم حسین خان پلیڈر و میونسپل کمشنر لودیانہ نے بھی اس ریزولیوشن کی تائید میں موزوں تقریر کی، پٹھانوں کی بھرتی کے متعلق اور ان کیلئے آفیسر کمیٹیوں کے قیام کی تجویز اور اس ضمن میں کمانڈر ان چیف کی خدمت میں ایک وفد بھیجنے کے متعلق سردار محمد یعقوب خان صاحب پلیڈر نے ایک پرجوش تقریر کی، آپ نے دورانِ جنگ میں حکومت کی جو فوجی خدمات سرانجام دی ہیں، ان تجربات کی روشنی میں آپ نے بتلایا، کہ پٹھانوں کی بھرتی میں کس قدر دقتیں پیش آ . . . . . اس ریزولیوشن کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، وفد کی ضرورت پر بھی آپ نے بحث کی، آپکی تجویز کی تائید میں ڈاکٹر محمد حسین خان صاحب ایڈووکیٹ ہوشیارپور نے پرجوش تقریر فرمائی اور فوجی بھرتی میں افغانوں کی نمائندگی پر زور دیا، اس ضمن میں وفد کے متعلق مندرجہ ذیل بزرگان قوم کے نام تجویز کئے گئے:- ڈاکٹر محمد حسین خان صاحب کی تجویز پر اصل ریزولیوشن میں یونیسٹ کی جگہ کمپنی کا نام تجویز کیا گیا۔ اور میموریل کی ترتیب کے لئے سردار محمد یعقوب خان صاحب اور آغا غضنفر علی کا نام تجویز ہوا۔

سب سے آخر اس نشست میں خان مشتاق احمد خان صاحب نے یہ تجویز پیش کی، کہ پٹھانوں کو سادہ اور محنت پسند زندگی بسر کرنی چاہیئے، اور فضول خرچیوں سے اجتناب کرنی چاہیئے، اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے بھی خان صاحب کی تقریر نہایت پُر مغز معلومات اور مفید تھی۔ آپ کے ہر ہر فقرہ میں علم و معارف کے دریا پنہاں تھے، خان محمد حسین خان صاحب انجنیر نے اس تجویز کی تائید کی، بعد ازاں صاحب صدر نے اپنا فاضلانہ مضمون تعلیم نسواں اور حقوق دختران کے متعلق پڑھا، جو اگلے جگہ پر درج کیا گیا ہے، صدر مجلس کی طرف سے بعد میں ایک ریزولیوشن بھی پیش کیا گیا، جس میں افغانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ وراثت کے معاملہ میں شریعت اسلام کے پابند رہیں، اور اپنی لڑکیوں کے لئے بھی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کریں۔ جلسہ کے برخاست ہونے پر خان مشتاق احمد خان افغان کی امامت میں حاضرین جلسہ نے نماز عصر ادا کی، بعد ازاں جلسہ برخاست ہوا، یہ ہے پہلے دن کی تمام روئداد ؛ ؛ ؛

۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء

صدر:۔ مولانا **عبدالحق** خان صاحب، عباسی مہتمم مدرسۃ البنات شہر حال ہزارہ

پہلی نشست ۱۱ بجے دن زیر صدارت مولانا عبدالحق خان صاحب عباسی، شروع ہوئی، حاضرین کی تعداد پہلے اجلاس سے زیادہ تھی، سب سے پہلے "جمعیت افاغنہ ہند" کے قیام کی تحریک آغا شیر احمد خان صاحب پلیڈر نے موزوں الفاظ میں پیش کی، "آل انڈیا افغان کانفرنس" کا نام موجود تھا، اس نام پر بہت ردوکد اور بحث ہوئی، مولانا مشتاق احمد خان صاحب افغان (لیسہ) نے فرمایا، کہ "آل انڈیا" لفظ کی نحوست عالمگیر ہو چکی ہے، اس لئے اس نئی جماعت کو اس لفظ کی نحوست سے بچایا جائے، اس پر آپنے جماعت "مسلم افاغنہ ہند" کا نام تجویز کیا، خان صاحب عبدالغنی خان نے "جماعت مسلم اتحاد افاغنہ" نام تجویز کیا، سردار محمد یعقوب خان صاحب وکیل نے اس جماعت کا نام "اتحاد و ترقی" تزکیہ کے نام پر۔ "انجمن اتحاد و ترقی افاغنہ" تجویز کیا، لفظ انجمن پر بھی لطف بحث رہی، سب سے آخر شہزادہ صمد ناصر ابدالی مالک رائل اسٹیم پریس لودیانہ نے "جمعیت افاغنہ ہند" نام تجویز کیا، ان سب ناموں پر محترم صدر جلسہ نے ایک عالمانہ بحث کی، اور ہر نام پر محققانہ نظر کے بعد "جمعیت افاغنہ ہند" کے نام کے حق میں اپنا فیصلہ دیا، حاضرین نے بھی اس نام کو پسند کیا اور اس طرح باتفاق رائے، ہندوستان کے پٹھانوں کی سب سے پہلی واحد نمائندہ جماعت کا نام "جمعیت افاغنہ ہند" تجویز ہوا، دوسری تجویز عارضی مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ ہند کے قیام کے متعلق تھی، اس تحریک کی تائید میں آغا غضنفر علی خان صاحب پلیڈر نے تقریر کی، اس مرحلہ پر اراکین و عہدہ داران مجلس کے انتخاب کا مسئلہ بھی پیش ہوا۔ اسپر حاضرین نے اس مرکزی جماعت کیلئے نام تجویز کئے۔ اس مجلس کے اراکین کی فہرست الگ مکمل دیگئی ہے، عہدہ داران کے انتخاب پر مولانا عبدالحق صاحب، عباسی "جمعیت افاغنہ ہند"۔ کے صدر باتفاق رائے منتخب ہوئے، اور شہزادہ سلطان غضنفر صاحب نوابزادہ حسین علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اور خانصاحب محمد زمان شہزادہ سلطان احمد صاحب کی تجویز اور شہزادہ محمد ناصر صاحب کی تائید پر اس جمعیت افاغنہ کی ناظم "اتحاد افغان" کے سرگرم رکن سردار محمد یعقوب خان منتخب ہوئے، آغا غیاث حسین خان صاحب پلیڈر کی تحریک پر یہ طے ہوا کہ اس مرکزی مجلس میں لودیانہ سے منتخب شدہ اراکین کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی، اس مجلس کے صدر مقام کے لئے لودیانہ تجویز ہو کر منظور ہوا، اس کے بعد خان مشتاق احمد خان لیسہ نے "اتحاد افغان" کو جمعیت افاغنہ ہند کا واحد ترجمان قرار دیتے ہوئے، اس اخبار کی خدمات کا تذکرہ کیا، اس کی تائید میں خان عبدالمجید خان صاحب (بجنور) نے تقریر کی، اتحاد افغان کی پالیسی اس کی اشاعت اس کے سرمایہ کی دیکھ بھال کے تمام امور مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کے سپرد ہوئے، اور اس اخبار کے حقوق ملکیت بھی اسی مرکزی مجلس کے اختیار میں دئے گئے، اس کے بعد قوم کے تعمیری کاموں کے لئے "افغان فنڈ" کے قیام کی تجویز پیش ہوئی، خان مشتاق احمد خان افغان نے اسی فنڈ کے متعلق نہایت موثر اور پُرزور اپیل کی، آپ کی تائید میں خان بہادر خان محمد زمان خان رئیس گجرات نے مخلصانہ اور مشفقانہ تقریر فرماتے ہوئے سب سے اوّل اپنی جیب خاص سے اس فنڈ کے لئے مبلغ ایک سو روپیہ کے عطیہ کا وعدہ فرمایا، آپ کے مبارک نام سے یہ فہرست شروع ہوئی، اور نہایت امید افزا عطیات کے وعدے ہوئے، اور بعض بزرگان قوم نے اس مجلس میں نقد چندے دئے، جو چندوں کی فہرست الگ جگہ پر شائع کی گئی ہے، اس سرمایہ کے انتظام اور اس کے صحیح خروج کے متعلق خان بہادر رشید محمد خان صاحب، رئیس جہاں خیلاں (ہوشیارپور) نے نہایت بروقت قیمتی اور ضروری اور مفید مشورے دئے، آپ کی تحریک پر ایک الگ ریزولیوشن بھی منظور ہوا، جس میں یہ طے ہوا کہ یہ سرمایہ سنٹرل کوآپریٹو بنک لودیانہ میں "جمعیت افاغنہ ہند" کے نام سے جمع کیا جاوے، مرزا محمد یعقوب خان صاحب (لودیانہ) نے افغان ملازمین کے حقوق اور افغانوں کو ملازمت اور اراضی کے حصول میں امداد اور اعانت کی تجویز پیش کی، جو بتائید آغا غضنفر علی خان صاحب پلیڈر منظور ہوئی، یہ نشست ۱ بجے تک جاری رہی، آخر میں آغا غضنفر علی خان صاحب نے مجلس استقبالیہ کی طرف سے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور اسطرح ۱ بجے مجلس مشاورت اپنی تکمیل کارروائی کے بعد دعا کے ساتھ بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

اسی دن شام کو ۷½ بجے شہزادہ سلطان غضنفر صاحب صدر مجلس استقبالیہ جو انجمن اسلامیہ لودیانہ کے صدر بھی ہیں، کہ دولت کدہ پر معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت عصرانہ کا انتظام کیا گیا تھا، اس پارٹی میں بعض مقامی بزرگان قوم نے بھی شرکت فرمائی، دعوت کا اعلیٰ انتظام شہزادہ صاحب کی حسن نیت کا ایک شاندار مظاہرہ تھا، گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ یہ پرتکلف صحبت قائم رہی، اور نماز مغرب کے قریب سب مہمان ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہوئے اور ایک دوسرے کے متعلق خوشگوار ساعات کی یاد لیجاتے ہوئے رخصت ہوئے، اس پارٹی کا ایک فوٹو بھی لیا گیا۔ جو کسی آئندہ اشاعت میں شائع کیا جائے گا۔

حولدار محمد خان خٹک راجپوتانہ رائفلز (ضلع کیمبل پور) کو مشرق وسطیٰ میں نمایاں بہادری دکھانے کے صلہ میں انڈین ڈسٹنگوئشڈ سروس میڈل عطا ہوا ہے ؛

تشکیل وفد

مجلس مشاورت میں مندرجہ ذیل بزرگان قوم کے نام اس وفد کیلئے تجویز ہوئے ہیں، جو افغانوں کے افواج ہند میں حقوق اور ان کی بھرتی کے متعلق ضروری امور بحکمہ بارے میں کمانڈر انچیف بہادر افواج ہند کی خدمت میں بھیجا جانا تجویز ہوا ہے، جن بزرگوں کے نام اس جگہ درج ہیں، وہ مہربانی فرما کر "ناظم مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ ہند" لودیانہ کو قبولیت شرکت وفد سے اطلاع دیکر ممنون فرمائیں، جس قدر جلد ہو سکے وہ ناظم صاحب کو اطلاع دیویں، کہ انہیں وفد میں شریک ہونے میں کوئی امر مانع تو نہیں، ان سب بزرگوں کی خدمت میں الگ الگ خطوط بھی دفتر سے بھیجے جاویں گے، اور بمجوزہ میموریل بھی انہیں بزرگوں کے مشورہ سے مرتب ہونا ہے۔ (مدیر)

(۱) کرنل سر حسام الدین خان، سپہ سالار افواج، ریاست بھوپال
(۲) سردار بہادر کپتان عجب خان، او، بی، ای۔
(۳) لفٹیننٹ فیض محمد خان، ہوشیارپور
(۴) لفٹیننٹ کرنل سر اکبر خان آف ہوتی۔
(۵) خان بہادر اسد اللہ خان آف مہد پور
(۶) خان بہادر رشید محمد خان، ہوشیارپور۔
(۷) خان صاحب کپتان سردار محمد اکرم خان، سردار بہادر، او، بی، آئی، لودیانہ۔
(۸) میجر فیض محمد خان، مالیر کوٹلہ۔ (لکھنؤ)
(۹) کرنل او صاف علی خان، سی، آئی، ای، دریا گنج، دہلی۔
(۱۰) بریگیڈیر جنرل سر محمد خان صاحب، سی، آئی، ای، او، ای، مالیر کوٹلہ۔
(۱۱) لفٹیننٹ نواب ابراہیم علی خان، آف کنجپورہ۔
(۱۲) کپتان غلام محی الدین خان صاحب، آئی، ڈی، ایس، ایم، او، بی، آئی، آنریری مجسٹریٹ، کھاریاں، (گجرات)۔
(۱۳) لفٹیننٹ کرنل غلام احمد خان بسی پٹھاناں، (کوہاٹ)
(۱۴) کپتان، ایس، جی احمد، ڈیرہ دون۔
(۱۵) کپتن نور احمد خان صاحب، مارشل آف دی اسمبلی۔

قرار دادیں
جو
مجلس مشاورت نے منظور کیں

۲ر نومبر۔ پہلی نشست، زیر صدارت خان صاحب سر بلند خان (خانپوری)

(۱)۔ مجلس مشاورت کے اس جلسہ کی رائے میں ہر افغان کے لئے یہ لازم ہے، کہ وہ احکام اسلام کا سختی سے پابند رہے اور احکام الٰہی (قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرنے اور اپنے اور اپنے متعلقین کے تدبر فی القرآن کو اپنا شعار بنائیں۔

(۲)۔ ۲ر نومبر، دوسری نشست:۔ زیر صدارت نواب زادہ حسین علیخاں رئیس مالیر کوٹلہ:۔

افاغنہ ہند کی اقتصادی حالت کی اصلاح و ترقی کے لئے جو بدون صنعتی اور حرفتی ذوق اور ترویج اصلاً قبیل محالات سے ہے، اسلئے مجلس مشاورت کے جلسہ میں یہ طے ہوا، کہ ایک کمپنی مشترکہ سرمایہ سے موسومہ بہ "شرکت افاغنہ" رجسٹری کرائی جائے جو داخلی اور خارجی طور پر اپنے کارخانوں اور اداروں کے ذریعہ تجارتی کاروبار جس کے مفاد کا غالب عنصر خدمت قوم ہیں صرف کیا جائے، اس مقصد پر غور و فکر اور عملی اقدام مرکزی "مجلس تنظیم افاغنہ" کریگی۔

(۳)۔ ریزولیوشن ۳:۔ مجلس مشاورت کا یہ جلسہ افغانان ہند سے پر زور اپیل کرتا ہے، کہ وہ موجودہ ہیبتناک جنگ میں علامت برطانیہ کی مکمل اعانت اور امداد کر کے نوجوان افغان فوج میں بھرتی ہوں، جنگی قرضہ میں بیش از بیش حصہ لیں، اور اس ضمن میں "اتحاد افغان" نے اپنی مختصر زندگی میں جو کچھ پروپیگنڈہ کیا ہے، یہ جلسہ اس کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے۔

(۴)۔ ریزولیوشن ۴:۔ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد افواج ہند میں پٹھانوں کی بھرتی مفقود ہو چکی ہے، حالانکہ سپاہگری افغان قوم کو وراثت میں ملی ہے، اور اس سے جنگ گذشتہ بیس سال میں قومی مفاد اور قومی وقار کو متعدبہ نقصان پہنچا ہے، اس لئے یہ طے ہوا، کہ ایک وفد کمانڈر انچیف صاحب بہادر افواج ہند کی خدمت میں بھیجا جائے، تاکہ ہندوستان اور سرحدی پٹھانوں کی مشترکہ بھرتی مختلف پلاٹون اور کمپنیوں کی صورت میں مستقل طور پر کی جائے، اس مقصد کے لئے "اتحاد افغان" کے ذریعے پروپیگنڈہ کیا جائے۔ اور یہ کہ وفد بھیجنے سے پہلے ایک میموریل اس مضمون کا تیار کر کے بھیجا جائے، جس پر بمجوزہ اراکین وفد کے دستخط ہوں اور یہ میموریل سردار محمد یعقوب خان صاحب اور آغا غضنفر علی خان صاحب ... تیار کریں، اور بعد منظوری و مشورہ اراکین وفد صاحب بہادر کمانڈر انچیف کی خدمت میں بھیجدیویں۔

(۵)۔ ریزولیوشن ۵:۔ مجلس مشاورت کا یہ جلسہ افغانان ہند سے اپیل کرتا ہے، کہ وہ اپنی اقتصادی فلاح و بہبود کی خاطر سادہ زندگی اور محنت پسند زندگی قبول کریں۔ اور غیر ضروری رسومات کی فضول خرچیوں سے اجتناب کریں۔

(۶)۔ ریزولیوشن ۶:۔ (تحریک صدر)

مجلس مشاورت کا یہ اجلاس افغانان ہند سے اپیل کرتا ہے، کہ اپنی قوم کی لڑکیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے معاملات وراثت میں احکام شریعت اسلامیہ کی پابندی کی جائے، اور بروئے شریعت اسلام لڑکیوں کو وراثت میں حصہ دیا جائے، اور تعلیم نسوان کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

۳ر نومبر، پہلی نشست:۔ زیر صدارت مولانا عبدالحق خان صاحب، عباسی، جالندھر:۔

(۷)۔ ریزولیوشن ۷:۔ مجلس مشاورت کے اس جلسہ میں یہ طے ہوا، کہ ملت افاغنہ ہند کی فلاح و بہبود اور تنظیم و ترقی کے لئے ہندوستان کے پٹھانوں کی ایک مرکزی جماعت "جمعیت افاغنہ ہند" کے نام سے قائم کی جائے۔

(۸)- ریزولیوشن ۸:- مجلس مشاورت کے اس جلسے میں یہ طے ہوا، کہ جمعیت افاغنہ ہند کے اغراض و مقاصد آئین و قوانین، اس کی شاخوں کے قیام، اور اجرائے جمعیت کی اشاعت کے ۵۰ اصحاب پر مشتمل ایک عارضی مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ قائم کی جائے۔ اس مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کے اراکین کے نام بھی تجویز کئے جائیں۔ یہ جلسہ یہ بھی تجویز کرتا ہے، کہ اس جمعیت افاغنہ ہند کا عارضی صدر مقام لودیانہ ہو۔ اور اس تجویز کردہ مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کا کورم ایک چوتھائی ہو، اور اس مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ میں لودیانہ کے ممبر ایک چوتھائی سے زیادہ نہ ہوں۔

(۹)- ریزولیوشن ۹:- یہ طے ہوا، کہ "اتحاد افغان" کو اس کی ملی خدمات کے پیش نظر جمعیت افاغنہ ہند کا واحد نمائندہ ترجمان تصور کرتے ہوئے اس کی اشاعت اس کی پالیسی اور اس کے سرمایہ کی دیکھ بھال کے جملہ معاملات کو مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کے سپرد کرتا ہے، اور آئندہ سے یہ اخبار اتحاد افغان ملکیت مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ ہوگا۔

(۱۰)- ریزولیوشن ۱۰:- یہ طے ہوا، کہ ملت افاغنہ کے مفید تعمیری کاموں کیلئے ایک مستقل تعمیری فنڈ "افغان فنڈ" کے نام سے قائم کیا جائے۔

(۱۱)- ریزولیوشن ۱۱:- مجلس مشاورت میں یہ طے ہوا کہ جو رقم قوم کے تعمیری کاموں کے لئے "افغان فنڈ" میں جمع ہو، وہ رقم جمعیت افاغنہ ہند کے نام سے سنٹرل کوآپریٹو بنک لودیانہ میں جمع کی جائے، اور تا فیصلہ مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ ہند اس فنڈ میں جمع شدہ رقم کو خرچ نہ کیا جائے۔ اور کوئی رقم بوقت ضرورت بدون حکم صدر جمعیت افاغنہ ہند یا ان کی غیر حاضری میں حکم نائب صدر بغیر دستخط ناظم (سیکرٹری) اور خزانچی (امین) نہ نکالی جائے۔

(۱۲)- ریزولیوشن ۱۲:- مجلس مشاورت کے اجلاس میں یہ طے ہوا، کہ افغان ملازمین کے حقوق کی حفاظت ان کیلئے افغان ریاستوں اور برطانوی ہند میں ملازمتوں اور اراضیات کے حقوق اور ان کی اقتصادی فلاح و بہبود کے وسائل پر غور و فکر مرکزی مجلس تنظیم افاغنہ کریگی۔

معذرتِ شرکت

(مندرجہ ذیل بزرگان قوم نے شرکت سے معذوری ظاہر کی تھی، اور اپنے خطوط میں مجلس مشاورت سے اپنی پوری دلچسپی اور ہمدردی ظاہر کی)

خان نواب محمد لیاقت علی خان (مدبر) اپنے گرامی نامہ مورخہ ۱۳ اکتوبر میں قصبہ جلال آباد سے تحریر فرماتے ہیں:-

بوجہ بیماری قطعی ناقابل سفر ہوں، اس موقعہ پر اپنی عدم شرکت پر بوجہ افسوس ہے، لیکن ارادۂ انسانی خداوند کریم کے سامنے کچھ چیز نہیں، امید ہے اکابرین انجمن میری اس غیر حاضری کو بباعث وقتی مجبوری و علالت ہے معاف فرما دینگے۔

خواجہ محمد اکرم خان صاحب، بی اے (علیگ) انسپکٹر جنرل پولیس ریاست بھوپال، پنشنر، اپنے گرامی مورخہ ۱۱/۱۰/۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں:-

رقعہ دعوت شرکت مجلس مشاورت اور پروگرام اجلاس اتحاد افغان کا دلی شکریہ!

مجھے افسوس ہے، کہ دیگر مصروفیات کے باعث میں شرکت سے معذور ہوں، یہاں بھی دوم، سوم نومبر کو انجمن مقامی کے جلسوں میں شریک ہونا ضروری ہے۔

خان محمد ارمان خان صاحب، نمبردار سکنہ چک ۱۳۶ لائل پور گرامی نامہ مورخہ ۱۱/۱۰/۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں:-

سخت افسوس کے ساتھ تحریر ہے، کہ تمام ارمان دل کے دل ہی میں رہے، یعنی مجلس مشاورت میں شریک نہ ہو سکا، بے حد اشتیاق تھا، مگر خداوند کریم کو منظور نہ تھا، یوں تو دیر سے علالت چلی آتی تھی، مگر ان دنوں زیادہ بڑھ گئی، ناچار مجبور ہو کر آج ارادہ ملتوی کر رہا ہوں، ساتھ ہی یہ بھی خیال ہے، کہ اگر کل تک کچھ بھی افاقہ ہوا، تو ضرور چل پڑوں گا۔ گو حاضر نہیں ہو سکا، مگر ان دو دن میں جو کچھ دل پر گذریگی، دل ہی جانتا ہے۔

ڈاکٹر محمد یوسف علی خان صاحب سہارنپور سے تحریر فرماتے ہیں:-

محترم بھائی، السلام علیکم!

خط ملا۔ بیمار پڑا ہوا تھا، یکایک اٹھا کہ لودیانہ جاؤں گا۔ بیوی اور اس کی ماں نے دریافت کیا، کہ اس حالت میں؟ جواب دیا، کہ ہاں، وہاں جا کر ہی تندرست ہو جاؤں گا۔ مگر یہ صرف ایک جوش تھا، جس کو مزاج نے جلدی فرو کر دیا، اور بتایا کہ تم اس قابل نہیں ہو۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۲۸ اکتوبر کو خط ملا، اور آج ۳۰ اکتوبر کو پہنچنے کا ارادہ کر رہا تھا، بمشکل ہاتھ سنبھال سنبھال کر خط لکھ رہا ہوں، اگر زندگی باقی ہے، تو انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس سب سے مقدم اور اہم کام میں آپ لوگوں کو باحسن وجوہ کامیاب کرے، جو کام بھی ہو سکتا ہے، اس کے بعد بہت مردانہ کے ساتھ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے کھڑے ہو جاؤ گے، تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی تمہاری رکاب پکڑ کر چلے گی۔

حضرت مولانا میر افضل خان صاحب، جدون نظامی از نواں شہر، ہزارہ سے تحریر فرماتے ہیں:-

ایک دور افتادہ مصائب زدہ بھائی آج آپ کے بل بیٹھے اور سر جوڑنے کا تصور کر کے ہی خوشی سے اپنے روح کو رقصاں پاتا ہے، میری صحت اور میری مصائب مجھے آپ کی زیارت سے محروم رکھنے کا باعث ہوئے۔ کاش! کہ میں آپ کے پاس ہوتا! اور آپ کی فلاحی تجویز سے لطف اندوز ہوتا، اگر زندگی نے یاوری کی، تو ممکن ہے، تو پھر کسی وقت آپ کا نیاز حاصل کروں

(باقی برصفحہ ۳۱)